18

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۸ھ
۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ /

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

Hamid

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنْ اَبِی رَافِعٍ قَالَ اُھْدِیَتْ لَہٗ شَاۃٌ فَجَعَلَھَا فِی الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاۃٌ اُھْدِیَتْ لَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَطَبَخْتُھَا فِی الْقِدْرِ فَقَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ یَا اَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا لِلشَّاۃِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ سَکَتَّ لَنَاوَلْتَنِیْ ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَکَتَّ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ فَاہُ وَغَسَلَ اَطْرَافَ اَصَابِعِہٖ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی ثُمَّ دَنَا اِلَیْھِمْ فَوَجَدَ عِنْدَھُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَاَکَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَمَسَّ مَاءً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَرَوَاہُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ)

ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس تحفہ کے طور پر بکری کا گوشت بھیجا گیا تھا۔ میں نے (اس کو پکانے کے لئے) ہانڈی میں ڈال دیا۔ پس تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا ابو رافع یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بکری کا گوشت ہے جو میرے پاس ہدیہ کے طور پر آیا تھا۔ پس میں نے اُس کو ہانڈی میں پکا لیا۔ آپ نے فرمایا ابو رافعؓ ایک دست مجھ کو بھی دو۔ پس میں نے ایک دست دیدی۔ پھر آپؐ نے فرمایا ایک دست اور دو۔ میں نے دوسری دست دیدی۔ پھر آپؐ نے فرمایا ایک دست اور دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ بکری کی تو دو ہی دست ہوتی ہیں۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع سے۔ ابو رافع اگر تو خاموش رہتا تو مجھ کو دست پر دست دیئے چلا جاتا جب تک کہ چُپ رہتا۔ پھر آپؐ نے پانی منگوایا۔ پس اپنا مُنہ دھویا اور کلّی کی اور پھر اُنگلیوں کے پورے دھوئے۔ پھر کھڑے ہُوئے۔ اور نماز پڑھی اور پھر ابو رافع کے پاس گئے اور اُن کے نزدیک ٹھنڈا گوشت دیکھا۔ پھر آپ نے اُس میں سے کھایا۔ پھر مسجد میں گئے اور نماز پڑھی اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَاُبَیٌّ وَاَبُوْ طَلْحَۃَ جُلُوْسًا فَاَکَلْنَا لَحْمًا وَخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوْءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّاُ فَقُلْتُ لِھٰذَا الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْنَا فَقَالَا اَتَتَوَضَّاُ مِنَ الطَّیِّبَاتِ لَمْ یَتَوَضَّاْ مِنْہُ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں اور اُبیّ بن کعبؓ اور ابو طلحہؓ ہم سب بیٹھے ہُوئے تھے۔ پس ہم نے گوشت روٹی کھائی اور پھر وضو کے لئے پانی منگوایا۔ اُبیؓ اور ابو طلحہؓ نے کہا وضو کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ابھی ہم نے کھایا ہے۔ اُنھوں نے کہا کیا پاک چیزوں کے کھانے سے وضو کرتے ہو۔ ان چیزوں کو کھا کر نہیں وضو کیا اُس شخص نے جو تم سے بہتر ہیں۔ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے)

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ رَوَاھُمَا الدَّارَ قُطْنِیُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَلَا رَاٰہُ وَیَزِیْدُ بْنُ خَالِدٍ وَیَزِیْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْھُوْلَانِ

عمر بن عبد العزیز تمیم داری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے وضو لازم آتا ہے ہر بہنے والے خون سے۔

خُون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

قبلہ کی طرف پاخانہ پیشاب نہ کرو

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا متفق علیہ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِی السُّنَّۃِ رَحِمَہُ اللّٰہُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ فِی الصَّحْرَاءِ اَمَّا فِی الْبُنْیَانِ فَلَا بَاْسَ لِمَا رُوِیَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اِرْتَقَیْتُ فَوْقَ بَیْتِ حَفْصَۃَ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَۃِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پاخانہ میں جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو مُنہ کرو اور نہ پشت بلکہ مغرب یا مشرق کی طرف مُنہ اور پشت رکھو۔

امام محی السنۃ فرماتے ہیں کہ یہ حکم جنگل کا ہے۔ اور آبادیوں میں پس اس کا مضائقہ نہیں کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں کسی ضرورت سے حفصہؓ کے مکان کی چھت پر چڑھا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو قضائے حاجت کرتے دیکھا۔ آپؐ قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے تھے۔ اور شام کی جانب مُنہ۔

پیشاب احتیاط سے کرو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ لَا یَسْتَنْزِہُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ ان دونوں قبر والوں پر عذاب کیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑی چیز پر عذاب نہیں کیا جاتا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپؐ نے (کھجور کی) ایک تر شاخ لی درمیان سے چیر کر اس کے دو حصّے کئے۔ اور ایک ایک حصّہ دونوں قبروں پر گاڑھ دیا۔ صحابہ رضؓ نے پُوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ آپ نے کیوں کیا ہے۔ فرمایا شاید اس عمل سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ جب تک یہ شاخیں سبز رہیں۔

شعر

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی۔اے ہوئے نوکر ہُوئے پنشن ملی پھر مر گئے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۵

ضبط کیجئے

حال ہی میں حکومت کے ایک اعلامیہ میں بتایا گیا کہ چیف کمشنر کراچی نے غیر ملکی رسالہ ٹائمز کے آخری شمارہ ماہ ستمبر کی تمام کاپیاں ضبط کر لی ہیں۔ کیونکہ اس میں حضرت صفی اللہ سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا کی فرضی تصاویر شائع ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے مذہبی احساسات اور جذبات کی نگہداشت حکومت کا فرض ہے۔ اور کراچی کے ناظم اعلیٰ کی اس فرض شناسی پر ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔ اسی ضمن میں ہم اُن کی توجہ کراچی کے ایک ماہنامہ "ماہ نو" کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے شمارہ برائے اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ایک خیالی تصویر چھپی ہے جس کا تعارف بحروف فارسی یوں کرایا گیا ہے۔ کہ "یونس در دہانِ ماہی می رود" (دورِ عباسی) وغیرہ ظاہر ہے کہ اس فرضی تصویر میں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے مُنہ میں جاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ پہلے تو ہم حیران ہیں متعلقہ حکام کی غفلت پر جنھوں نے چیف کمشنر کو اس مذموم حرکت سے آگاہ نہیں کیا۔ اور پھر رسالہ والے بھی کم مجرم نہیں، وہ مسلمان ہیں اور اسلام کی تعلیمات سے قطعاً نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل تو تصویر کشی بذاتِ خود ہی اسلام میں حرام ہے اور پھر ایک پیغمبر کی تصویر معاذ اللہ۔ اگر ٹائمز والے "ماہ نو" کی مثال پیش کر دیں تو ہمارے پاس اُن کے رسالہ کی بندش کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ یہ رسالہ کراچی میں سے نکلتا ہے۔ یہ تو "چراغ تلے اندھیرا" والا معاملہ ہُوا؟ متعلقہ حکام سے درخواست ہے کہ تصویر والے ایشوع کی تمام کاپیاں بحق سرکار ضبط کر لی جائیں۔ اور کارکنانِ رسالہ کو مناسب وارننگ دی جائے۔

مُلکی معیشت اور اعلیٰ طبقہ

اس فرصت میں ہم ملک کے اعلیٰ طبقہ سے مخاطب ہیں۔ تقسیم مُلک سے قبل مسلمانوں میں اہلِ ثروت خال خال تھے اور جو تھے وہ بھی مخلوط آبادی ہونے کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ لیکن پاکستان کے قیام کے بعد یہ طبقہ چھن کر نظر آنے لگا۔ اللہ تعالےٰ نے اس طبقہ کو روپیہ پیسہ وافر عطا فرمایا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی ملازمت، اعلیٰ درجہ کی تجارت اور اعلیٰ درجہ کی زراعت اسی طبقہ میں ہے۔ جبکہ ایک عام پاکستانی کی اوسط سالانہ آمدنی ایک روپیہ یومیہ سے بھی کم ہے۔ اس طبقہ میں سیم و زر سے چشمے بہتے ہیں۔ بعض بعض افراد کو جو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لاکھوں روپیہ ماہانہ عنایت فرماتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس دین پر حیرانی نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا حسد ہوگا یا بغض اور یہ ہمارے نزدیک مہلک روحانی بیماریاں ہیں۔ البتہ گزشتہ کئی سالوں کے تجربہ کی بنا پر ہمیں اس طبقہ کے صرفِ زر و مال پر اعتراض ہے۔ کیونکہ اس طبقہ میں سے بیشتر (اِلّا ماشاء اللہ) اس اللہ کی دین کو اللہ کے احکامات میں صرف نہیں کرتے بلکہ اس قدر بے جا تصرّف کرتے ہیں جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پائمال ہوتے ہیں۔ اسی بے جا تصرف کے نتیجہ میں مُلکی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی۔ پھر چونکہ روپیہ کی سرکولیشن بالکل غلط طریقہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسی طبقہ میں روپیہ کا مفاد ہوتا ہے۔ اور دوسرے دن بدن ان کے دست نگر بنتے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی بڑے زمیندار کو لیجئے۔ یہ بے شمار غلّہ تو پیدا کرتا ہے۔ لیکن ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ اس نے نچلے طبقہ کو بھوکا مار دیا۔ بڑا تاجر مال تو درآمد کرتا ہے۔ لیکن درآمدی پروانہ کو گراں کر کے تمام مال چور بازاری میں فروخت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے نچلا طبقہ پس گیا ہے۔ اسی طرح اعلےٰ درجہ کا ملازم سرکاری خدمت تو ادا کرتا ہے لیکن رشوت خوری، اقربا نوازی اور سفارش اس کی عادات میں داخل ہیں۔ اسی لئے نچلے طبقہ کے حقوق روند ڈالتا ہے۔ اور اور چونکہ مُلکی مشینری ان تینوں ہاتھوں میں ہے اس لئے مُلک کی معاشی اور اخلاقی ساکھ کا دیوالہ پٹ چکا ہے۔ مُلک کے اخلاق اور معاشیات پر اثر انداز ہونے کا یہ ایک طریقہ ہے چونکہ اسی طبقہ سے تعیش، بداخلاقی اور فیشن پرستی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ مثلاً کوئی مضائقہ نہیں رہائش کے لئے ذاتی مکان ہو۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ آپس میں رشک و حسد کی دوڑ میں یہ طبقہ ایک ایک مکان پر اتنا خرچ کرتا ہے۔ جس سے یہ اسراف کا مجرم بنتا ہے اور نچلے طبقہ کی رہائشی ضروریات سے لاپروا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مُلک میں رہائش کا مسئلہ کبھی سلجھتا ہی نہیں۔ اسے چاہیئے کہ جائز روپیہ ہی مکان پر صرف کرے اور ناجائز خرچ کی بجائے دوسروں کے لئے رہائش گاہ تعمیر کرائے۔ اس سے نہ صرف اُسے مزید مالی فائدہ ہوگا (کرایہ وغیرہ کے ذریعہ) بلکہ بیکاری اور مکانوں کی قلت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ سواری کے لئے موٹر کار ہی سہی۔ لیکن سواری اور تعیش میں فرق ہونا چاہیئے۔ سواری کے نام پر ملک کے زرِ مبادلہ کو لُوٹنا کسی طرح جائز نہیں، آخر کیوں نہ اُس طبقہ کا خیال رکھا جائے جو معمولی سائیکل بھی رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہی گاڑیاں نصف نصف لاکھ کی نہ خریدی جائیں بلکہ واجبی قیمت کی سواری حاصل کر کے نچلے طبقہ کو اس قابل بنایا جائے کہ مُلک کی بنی ہوئی سائیکل معمولی قیمت پر حاصل کرے۔ معمولی قیمت پر سائیکلیں تبھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جبکہ اعلیٰ طبقہ کم قیمت والی سواری رکھ کر تھوڑی سی قربانی دے۔ اسی طرح فیشن کو لیجئے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس نے اقوام کی لٹیا ڈبو دی۔ اس سے نہ صرف

باقی صفحہ ۱۸ پر

سُرخ نشان ×

اگر آپ کے نام و پتہ کی چٹ پر سُرخ نشان ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے یا ہونیوالا ہے۔ اس کے بعد آپکا فرض ہے کہ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔ اگر آپ نہ چندہ ارسال کریں اور نہ پرچہ بند کرنے کے لئے لکھیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو وی پی لینے پر کوئی اعتراض نہیں۔ پھر اگر آپ وی پی واپس کر دیتے ہیں تو اس سے دفتر کو جو نقصان ہُوا اسکے آپ ذمہ دار ہیں اور اس نقصان کی تلافی کرنا آپ کا فرض ہے۔ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ اخلاقاً مجرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس قسم کی بداخلاقی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

خطاب بہ دیوانۂ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ

(نتیجۂ فکر جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔ اے۔ بی ٹی۔ گھڑیال کلاں)

ترے ضمیر میں فطرت کا نور باقی تھا — وہ عہدِ "قالو بلیٰ" کا سرور باقی تھا

تلاشِ حق نے بالآخر عجب ثمر پایا — شبِ دراز نے جب جلوۂ سحر پایا

تو جس حسین کی خاطر وطن سے نکلا تھا — تو خار زار میں بھٹکا۔ چمن سے نکلا تھا

وہ فخرِ کون و مکاں سیّدِ زمین و زماں — خوشا نصیب! حرم میں تھا وہ شہِ دوراں

حرم نہیں تھا۔ رسالت کی ایک منزل تھی — تری نظر میں محبت کی ایک محفل تھی

وہ شمعِ نورِ نبوّت تھی۔ تو تھا پروانہ — وہ بزمِ عشق و محبّت تھی۔ تو تھا دیوانہ

زہے نصیب! مقامِ خرد سے تو گزرا — خبر سے گزرا مقامِ یقین تک پہنچا

وہ بزم اصل میں عشق و وفا کا مکتب تھی — وہ ساری دنیا میں صدق و صفا کا مکتب تھی

وہاں سے لاکھوں نے سرمایۂ سکوں پایا — ترے نصیب میں آیا۔ تو بس جنوں آیا

ترے جنوں پہ فلاطوں کو کیوں نہ رشک آئے؟ — کہاں سے بزمِ رسالت میں ایسا دل لائے؟

اگرچہ کفر کے ہاتھوں۔ تجھے ستایا گیا — جہانِ عشق میں درجہ ترا بڑھایا گیا

جفا و جورِ محبت میں تجھ پہ سب آساں — تری وفائیں۔ رسالت پہ رات دن قرباں

زہے بلندیٔ قسمت! کہ ساقیٔ کوثر — مئے یقین پلاتے تھے تجھ کو شام و سحر

رسولِ پاک کی شفقت تجھے مبارک ہو — اسی کا نام ہے جنّت۔ تجھے مبارک ہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

انسان کی کامیاب زندگی کا معیار

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ۔

(وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۝)

سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

قاعدہ یہ ہے کہ دُنیا میں جو چیز بھی ہم کو نظر آتی ہے اس پر "کامیاب" "ناکامیاب" ان دو لفظوں میں سے ایک لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ جو چیز جس غرض کے لئے بنائی جائے وہ غرض اس سے پُوری ہو جائے۔ تو سمجھا جائے گا کہ وہ چیز کارآمد ہے اگر وہ غرض جس کے لئے وہ چیز بنائی گئی ہے پوری نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ وہ کارآمد نہیں بلکہ بیکار ہے۔ پہلی چیز کے بنانے والے انسان کو کہا جائے گا کامیاب اور دوسری کے بنانے والے کو ناکامیاب۔ گویا ہر چیز کے پرکھنے کے لئے کہ اچھی ہے یا بُری۔ صحیح ہے یا غلط۔ قاعدہ یہ ہے کہ کاریگر نے جس کام کے لئے اس چیز کو بنایا ہے اگر وہ کام اس چیز سے ہو جائے تو وہ چیز اچھی اور قابلِ قدر کہلاتی ہے۔ اگر وہ کام اس سے نہ ہو تو وہ چیز بیکار اور ردی سمجھی جاتی ہے۔ صورت کے لحاظ سے اگرچہ ایک چیز کتنی اچھی۔ خوبصورت اور بھلی معلوم ہو۔ لیکن جس کام کے لئے کاریگر نے اسے بنایا ہے اگر وہ کام اس سے نہ ہوسکے تو وہ ردّی اور بیکار سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً ایک کاریگر قلم بنانے کے لئے چاقو بناتا ہے۔ لیکن اگر لوہا ناقص ہے اور چاقو قلم نہیں گھڑتا بلکہ اُلٹا اس کا مُنہ مڑ جاتا ہے تو وہ چاقو بیکار ہے۔ اگرچہ اس کا دستہ نہایت خوبصورت ہو۔ اور اس کی وضع بھی اچھی ہو۔ لیکن لوہا ایسا کچّا۔ ردی اور ناقص ہے کہ قلم گھڑنے کے ساتھ ہی اس کا مُنہ مڑ جاتا ہے۔ اس میں دندانے پڑ جاتے ہیں اور چاقو بیکار ہو جاتا ہے علیٰ ہذ القیاس ہر چیز کی کامیابی اور ناکامیابی کا معیار یہ ہے کہ جس غرض کے لئے بنانے والے نے وہ چیز بنائی ہے۔ اگر وہ کام اس سے ہو جائے تو وہ چیز اچھی اور قابل قدر ہے۔ اگر وہ کام نہ ہو تو وہ قابلِ قدر نہیں بلکہ بالکل بیکار ہے۔ مثلاً ایک شخص بال بچوں کے دودھ پینے کے لئے ایک بھینس خرید لاتا ہے بھینس اگر شکل کے لحاظ سے عمدہ اور سوہنی ہے اور ہر شخص کو اس کی شکل پسند ہے۔ لیکن دودھ بہت کم دیتی ہے مثلاً شہر لاہور میں دو روپیہ کا چارہ کھائے اور اڑھائی سیر دودھ دے جو بمشکل سوا روپیہ کا ہے۔ تو وہ سراسر بیکار ہے۔ اس سے مالک کو خسارہ اور نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں ایک بھینس شکل و صورت کے لحاظ سے تو بدصورت ہے۔ لیکن مالک کو پانچ سیر دودھ اس وقت اور پانچ سیر اس وقت یعنی یومیہ دس سیر دیدیتی ہے۔ شکل کے لحاظ سے اگرچہ وہ قابل قدر نہیں لیکن جس غرض کے لئے وہ لائی گئی ہے کہ بچے دودھ پئیں دہی کھائیں۔ مکھن اور گھی کھائیں۔ اپنا خالص اور گھر کا ہمیں دودھ مل جائے۔ اگر یہ کام اس سے ہو جائیں تو وہ قابلِ قدر ہے۔

جیسی یہ مثالیں میں نے عرض کی ہیں اسی طرح انسان بھی جس غرض کے لئے اس کے بنانے والے نے اس کو بنایا ہے۔ اگر انسان اس غرض کو پورا کر رہا ہے۔ تو یہ کامیاب ہے۔ ورنہ ناکامیاب انسان کو بنانے والا اللہ جل شانہٗ ہے اللہ تعالےٰ ہی انسان کو پیدا کرتا ہے وہ چاہے تو پیدا کرتا ہے اگر وہ نہ چاہے تو نہیں پیدا کرتا مثلاً کئی گھر آپ ایسے دیکھیں گے کہ بیس بیس سال شادی کو ہوگئے ہیں لیکن نہ بیٹا پیدا ہُوا اور نہ بیٹی۔ ماں باپ اولاد کو ترستے ہیں۔ لیکن اولاد نہیں ہوتی۔ کئی گھر آپ ایسے دیکھیں گے کہ جن میں اللہ تعالےٰ نے بیٹیاں ہی بیٹیاں دے رکھی ہیں۔ مائیں بیٹوں کو ترستی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے چھ بیٹیاں یا سات بیٹیاں یا آٹھ بیٹیاں دے رکھی ہیں۔ بعض گھر آپ ایسے بھی دیکھیں گے جن میں اللہ تعالےٰ نے بیٹے ہی بیٹے دے رکھے ہیں۔ سات بیٹے یا آٹھ بیٹے تو ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دولت بہت دے رکھی ہے۔ مائیں چاہتی ہیں کہ بیٹی ہو تاکہ اس کو سونے کی بالیاں۔ سونے کی چوڑیاں۔ سونے کا ہار ریشمی لباس پہنائیں اور اس کو نہایت خوبصورت گڑیا بنا کر رکھیں۔ بیٹے تو سفید کپڑے ہی پہنتے ہیں۔ نہ بالیاں پہن سکتے ہیں۔ نہ چوڑیاں اور ہار پہن سکتے ہیں۔ اس لئے مائیں ترستی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کوئی بیٹی عطا فرمائے تاکہ یہ دولت اس کے کام آئے۔

اگر ماں باپ کے اختیار میں اولاد ہوتی تو کوئی بے اولاد نہ ہوتا۔ اگر ماں باپ کے اختیار میں اولاد ہوتی تو وہ توازن صحیح رکھتے۔ کسی کے ہاں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوتیں۔ کوئی تین بیٹے اور تین بیٹیاں پسند کرتا۔ غرضیکہ ہر ایک دونوں جنسیں پسند کرتا۔ لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اولاد اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ میں نے جو کچھ اُوپر عرض کیا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں عرض کیا ہے

لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۙ اَوۡ یُزَوِّجُہُمۡ ذُکۡرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ

سورہ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالےٰ ہی انسان کی مشینری

بناتا ہے تو اسی سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے یہ مشینری کس غرض کے لئے بنائی ہے۔ میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ انسان کا بنانا اللہ تعالےٰ ہی کی مرضی پر موقوف ہے۔ لہٰذا اللہ جل شانہٗ سے ہی پوچھنا چاہئے کہ آپ نے یہ انسان کی مشینری کیوں بنائی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو اعلانات کا مجموعہ ہے اس کا نام قرآن مجید ہے جو منزل من اللہ ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیغام لے کر سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ اور اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کیا کرتے تھے۔ دُنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ ہی سے پوچھا جائے کہ اے اللہ! آپ نے انسان کو کیوں بنایا ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں دیتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ لہٰذا انسان کی خلقت کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرے۔ اب انسان کے اچھے اور بُرے یا کامیاب اور ناکامیاب ہونے کا معیار اس کی تخلیق کے مقصد یعنی اللہ تعالےٰ کی یاد پر مبنی ہوگا۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کو یاد کرتا ہے۔ اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ اس کی ہدایات کے مطابق زندگی کے چوبیس گھنٹے صرف کرتا ہے۔ جن کاموں کے کرنے کا وہ حکم دیتا ہے ان کو کرتا ہے۔ اور جن کاموں کے کرنے سے منع کرتا ہے ان سے رُک جاتا ہے۔ جس شخص کی زندگی کا طرز عمل یہ ہوگا اس کے متعلق کہا جائیگا کہ یہ کامیاب انسان ہے۔ جو شخص اللہ جل شانہٗ کے فرامین کی پروا نہیں کرتا۔ جن کاموں کے کرنے کا حکم دے وہ کرتا نہیں، اور جن کاموں سے منع کرے۔ ان سے باز نہ آئے تو اس شخص کی زندگی ناکام زندگی ہے۔ اور فیل زندگی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں یہ شخص مقبول نہیں بلکہ مردود ہوگا۔ اور اگر اس کو کہا جائے کہ تم خود ہی اپنی عقل کی روشنی میں بتلاؤ کہ خالق نے تجھے جس غرض کے لئے بنایا ہے وہ غرض جب پوری نہیں ہو رہی تو تم ناکامیاب ہو یا نہیں۔ تم دُنیا میں بامراد نہیں بلکہ نامراد ہو یا نہیں؟ پھر تم یہ بھی بتلاؤ کہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ کامیاب بنائے گا وہ دُنیا کی زندگی میں بھی کامیاب ہونگے۔ ان کا ٹھکانا اور تیرا ٹھکانا ایک ہو سکتا ہے۔ اور دونوں کو ایک درجہ اعزازی مل سکتا ہے۔ دُنیا میں ممتحن حسب امتحان لیتا ہے تو کیا پاس ہونیوالوں اور فیل ہونیوالوں ایک ہی ڈگری دیجاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ عزت کی ڈگری اعزازی طور پر پاس ہونیوالوں کو دی جاتی ہے۔ اور فیل ہونے والوں کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ اس کو اس طرح نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ گویا وہ امتحان میں شامل ہی نہیں تھا۔ اس کو ناکام اور فیل کہا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی جماعت کے طلباء کی نظروں میں بلکہ ماں باپ۔ رشتہ داروں۔ برادری اور محلہ والوں سب کی نظروں میں ذلیل ہوتا ہے کہ نالائق ہے۔ سارا سال گنوایا اور کامیاب نہ ہونے پایا۔ جو کامیاب ہوتا ہے اس کی عزت ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے۔ اس کی اپنے کلاس فیلو (ہم جماعت) ماں باپ۔ برادری اور محلہ والوں سب کی نظروں میں عزت ہوتی ہے۔ کہ لڑکا لائق ہے۔ کامیاب ہوکر آیا ہے۔ علی ہذالقیاس جو انسان کامیاب ہیں اور جو ناکامیاب ہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ)

سورہ الجاثیہ رکوع ۲ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمانداروں نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ وہ بہت ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔ جو فرمانبردار ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عزت پائیں گے۔ اور جو نافرمان اور باغی ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ذلیل کئے جائیں گے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے۔ کہ یادِ الٰہی اور اتباع اوامر الٰہی یعنی اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرے جو کرتا ہے وہ کامیاب ہے جو نہیں کرتا وہ ناکام ہے۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ کامیاب اور ناکام دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں نے عبدیت کے پروگرام میں کامیابی حاصل کی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی بندگی کا حق ادا کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا وہ کئے اور جن سے روکا ان سے رُک گئے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے احکام سے بے بہرہ رہے۔ آزاد رہے جن کو کچھ پروا نہیں کہ کس قسم کے کام ہمیں کرنے چاہئیں اور کن کاموں سے ہمیں بچنا چاہئے۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کی زندگی اور موت برابر نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان متعدد مقامات پر موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نیک۔ وفادار اور مومن بندے جو اس کے تابعدار ہونگے اور انبیاء علیہم السلام کے متبع ہونگے۔ ان کا ٹھکانا جنت ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔ جو اللہ تعالےٰ کے باغی ہونگے اس کی تعلیم سے روگردانی کرنے والے ہیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اللھم لا تجعلنا منھم۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انسان کی کامیاب زندگی اور ناکام زندگی میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ میں ثابت کر چکا ہوں کہ کامیاب زندگی اس انسان کی ہے جو اپنی تخلیق کی غرض کو پورا کر رہا ہے۔ جس نے اللہ تعالےٰ کی رضا کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے۔ وہ کامیاب ہے۔ اور جو انسان اللہ تعالےٰ کے تجویز کردہ پروگرام حیات کی جس کا مجموعہ ہے قرآن مخالفت کرتا ہے۔ تو یہ شخص ناکامیاب ہے۔ کامیاب زندگی بسر کرنے والوں کی چوبیس گھنٹوں کی زندگی کا پروگرام قرآن مجید میں موجود ہے۔ مثلاً سویرے اُٹھے اور ہاتھ مُنہ دھو کر وضو کر کے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا اس کے بعد کاروبار میں لگ گئے۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد کام کرنے والے آدمی تھوڑا سا آرام کرتے ہیں۔ جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ رُوح کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ صبح جس طرح اُٹھ کر رُوح کو غذا دی۔ نماز پڑھی۔ پھر ناشتہ کیا۔ جسم کو غذا دی۔ اسی طرح دوپہر کو کھانا کھانے اور آرام کرنے کے بعد رُوح کو بھی غذا دے دی جائے۔ یہ ہے ظہر کی نماز۔ پھر عصر کے وقت لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کچھ کھاتے ہیں۔ عموماً شہری اس وقت چاء اور اس قسم

کی پُر تکلف چیزیں کھاتے ہیں ۔ دیہاتی اس وقت دانے بھنوا کر چبانے کے عادی ہوتے ہیں ۔ غرضیکہ عصر کے وقت جیسے جسم کو غذا دی جاتی ہے ۔ اسی طرح روح کو بھی غذا دی جاتی ہے ۔ یہ ہے عصر کی نماز ۔ علیٰ ہذا القیاس رات کو بھی جس طرح جسم کو غذا دی جائے اسی طرح رُوح کو بھی غذا دی جائے ۔ یہ مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں ۔ غرضیکہ کامیاب زندگی اس کی ہے ۔ جو جسم کی ضروریات کے ساتھ ساتھ رُوح کی ضروریات کا بھی لحاظ رکھے ۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو پروگرام ملا ہے اس کے مطابق اپنے آپ کو چلائے ۔ اور جو لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ان کا ٹھکانا جنّت ہے ۔ اللّٰھم اجعلنا منھم ۔

اور جو لوگ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پروا نہیں کرتے اُن کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ اللّٰھم لاتجعلنا منھم ۔ اللہ تعالےٰ کے نافرمانوں کے نافرمانوں کے متعلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رکھنا چاہیئے ۔

اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔

ترجمہ ۔ قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک آگ کا گڑھا ہے ۔

معلوم ہُوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہوئیں

۱ ۔ **وفادار** ۔ یہ جس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں ۔ حتّی الامکان اللہ تعالےٰ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہیں ۔ ان کو اللہ تعالےٰ کی رضا کا تمغہ ملتا ہے ۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ الآیہ ۔ سورہ البینۃ پارہ ۳۰

ترجمہ ۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہُوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے ۔

ان کا ٹھکانا جنّت ہوگا ۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبولین کے لئے بنایا ہے ۔

۲ ۔ **نافرمان** ۔ یہ وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے ۔ نہ ان کو اپناتے ہیں ۔ نہ اپنا دستور العمل حیات بناتے ہیں ۔ ان کی زندگی ناکامیاب ہے اگرچہ دُنیوی نقطہ نگاہ سے جو سب سے بڑا اعزاز ہے ۔ یعنی بادشاہی وہ ان کو حاصل ہو اور ان کے سر پہ تاج ہو یا زمیندار ہیں تو زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر ان کا قبضہ ہو ۔ اگر تجارت پیشہ ہیں تو بہت بڑے سیٹھ اور کروڑ پتی ہو جائیں اگر سرکاری ملازم ہیں تو بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہوں ۔ اگر مقصد حیاتِ انسانی جو میں عرض کر چکا ہوں اور وہ مقصد ہے یادِ الٰہی ۔ اس کو پورے نہیں کرتے تو یہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ناکام ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں انسان کے لئے کوئی چیز موجبِ عزّت نہیں سوائے اس کے بندگی کے پروگرام کو نبھایا جائے ۔ بندگی کا پروگرام ہے قرآن ۔ اگر کوئی غریب اس کو اپنا دستور العمل بنائے گا تو اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوگا ۔ اگر بہت بڑا امیر یا بہت بڑا وزیر یا دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ اس کو نہ اپنائیگا تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی کوئی قیمت اور عزّت نہیں ہوگی ۔ اس کی مثال چور کی سی ہے ۔ کہ جب تک پکڑا نہیں جاتا بڑے مزے کی زندگی بسر کرتا ہے ۔ چوری کا مال دُوسروں کے ہاں سے چوری کرکے لاتا ہے اور بڑے مزے سے دن گزارتا ہے ۔ یہ عزّت، شان و شوکت اور راحت کی زندگی اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ پکڑا نہیں جاتا ۔ جہاں وہ پکڑا گیا بس وہیں ہتھکڑی لگ جائے گی ۔ اور ساری زندگی کرکری ہو جائے گی ۔ اسی طرح یہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے ۔ مقصد حیاتِ انسانی، جو یادِ الٰہی ہے اسے پُورا نہیں کرتے ۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں ان سے بڑھ کر کوئی ذلیل نہیں ہے ۔ اگرچہ اس کے علاوہ ان کو ہزار حیثیتیں حاصل ہوں ۔ جیسا میں عرض کر چکا ہوں ۔ ان کی خوشگوار زندگی کی مثال چور کی زندگی کی ہے ۔ وہ جب تک گرفتار نہیں ہوتا ہتھکڑی نہیں لگتی ۔ جیل نہیں جاتا اس کی زندگی عیش و عشرت کی ہے ۔ جس دن گرفتار ہُوا وہ ذلت ہوگی کہ خدا کی پناہ ۔ اسی طرح ایسے انسان کی زندگی جو مقصد حیات کو پُورا نہیں کرتا ۔ لیکن دُنیوی لحاظ سے اس کی زندگی بڑی شاد ہو ۔ اس وقت تک عیش و عشرت کی زندگی ہے ۔ جب تک پیغامِ موت نہیں آتا ۔ مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی ۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کی کمزوریوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عبدیت کے پروگرام کو نبھانے کے لئے ایک شرط لگا دی ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط الآیہ

سورہ البقرہ رکوع نمبر۴۰ پارہ نمبر۳

ترجمہ ۔ اللہ تعالےٰ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا + اللہ تعالےٰ کے احکام (اوامر و نواہی) کی تعمیل انسان کے لئے ضروری ہے ۔ اس میں جب اللہ تعالےٰ نے حسب استعداد کی شرط لگا دی ہے تو پھر انسان کے لئے کوئی عذر باقی ہی نہیں رہتا ۔ مثلاً نماز فرض ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے لیکن اگر ایک شخص کی کمر میں درد ہے ۔ وہ مجبور ہے کھڑا ہو ہی نہیں سکتا تو وہ بیٹھ کر پڑھ لے ۔ اگر بیٹھنے سے بھی معذور ہے ۔ سر چکراتا ہے تو وہ لیٹ کر پڑھ لے ۔ کسی شخص کو جب اللہ تعالےٰ اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔ تو اس سے زیادہ آسانی کیا ہو سکتی ہے ۔ پھر بھی اگر انسان حسب توفیق احکام الٰہی کی تعمیل نہ کرے ۔ تو یہ اپنی ضمیر سے پوچھے ۔ اپنی فطرۃ سلیمہ سے پوچھے کہ مجرم ہے یا نہیں ؟ یہ اللہ تعالےٰ کا باغی ہے یا نہیں ؟ اس کے علاوہ یہ اپنی ضمیر سے یہ بھی پوچھے کہ باغی اور مجرم کو ویسی عزّت مل سکتی ہے جیسی کہ وفادار کو ملتی ہے ۔ لہٰذا ہر مرد و زن کا فرض ہے بالخصوص وہ لوگ جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں آچکے ہیں ۔ ان کا فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تجویز کردہ پروگرام زندگی جس کا نام ہے قرآن مجید اور اس کی شرح سُنّت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پابندی حسب توفیق کرے تاکہ اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے ۔ انشاءاللہ تعالےٰ اپنے ایسے بندوں کا خاتمہ ایمان پر فرمائیگا ۔ ان کو قبر کے عذاب سے بھی بچائے گا ۔ اور قیامت کے دن ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب ہوگی ۔ اللّٰھم اجعلنا منھم ۔ اور جو شخص دانستہ بغاوت کرے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں تو وہ اپنے ضمیر سے پوچھے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے ۔ مثلاً روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے کی توفیق بھی ہے ۔ تندرستی بھی ہے اور اذان کی آواز بھی کان میں پہنچتی ہے مگر کوئی دوکان پر بیٹھا ہے اور کوئی دفتر میں کرسی پر بیٹھا ہے ۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

باقی صفحہ ۱۴ پر

حلقۂ احباب

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔اے۔بی ٹی گھڑیال کلاں)

قسط نمبر ۷

دیہاتی بھائی ۔ لو آج مولوی عبدالرشید صاحب تشریف لا رہے ہیں۔

سعید ۔ کل کا دن بڑے لطف سے گزرا تھا۔ مولویانہ خشک بحث سے نجات حاصل رہی تھی۔

جاوید ۔ نہیں بھائی صاحب! عبدالرشید کو آپ خشک مولوی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ یورپین اہل قلم کے لٹریچر سے آگاہ ہونے کے علاوہ اسلامی دُنیا پر بھی سیر حاصل نگاہ رکھتے ہیں۔

سعید ۔ (بلند آواز سے) جاوید صاحب میں تو مولویوں کی سیر حاصل نگاہ سے باز آیا۔

(اتنے میں عبدالرشید بھی چھپر کے نیچے پہنچ گئے۔ اور سعید کے الفاظ سُن کر مُسکراتے ہُوئے فرمانے لگے السلام علیکم

جملہ حاضرین ۔ وعلیکم السلام

عبدالرشید ۔ سعید صاحب۔ مولویوں سے کیا تقصیر ہوگئی۔

جاوید ۔ یہ صاحب اکثر مولوی حضرات سے ناراض ہی رہتے ہیں۔

سعید ۔ جاوید صاحب۔ آپ میرے معزز دوست عبدالرشید کو میرے خلاف کرنے میں ناکام رہیں گے۔ کیونکہ میرا روئے سخن ان کی طرف نہیں ہے یہ تو ماشاءاللہ بڑے (ماشاءاللہ پر حاضرین مسکرانے لگے) فراخ دل ہیں۔ ویسے بھٹی جان۔ کل کیسی رنگ رلیوں میں دن گزرا تھا۔ اور آج پھر اداسی کے بادل منڈلاتے ہُوئے نظر آتے ہیں۔

اختر ۔ نہیں صاحب! کل والی خرافات سے بھی خدا پناہ!

مسعود ۔ لیکن مولوی تو شعبدہ بازی میں خوب ماہر تھا۔

سعید ۔ خیرا موچی کے کمالات کو مت بھولئے۔ اُس نے بھی ہیر کے وہ مقامات پیش کئے کہ معرفت کے دریا بہا دیئے۔

عبدالرشید (مُسکراتے ہوئے) ہُوں ہُوں اچھا تو کل میاں رانجھے کی عشق بازی کی داستان بیان ہوتی رہی ہے؟

سعید ۔ صاحب! آپ طنزاً عشق بازی کہہ رہے ہیں۔ ہیر کی روحانی قدر و قیمت سے کسی مولوی یا درویش کو ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔

عبدالرشید ۔ ہاں اغوا نامہ کا جہاں تک تعلق ہو سکتا ہے۔ خوب قادر الکلامی سے کام لیا گیا ہے۔ وارث شاہ کی زباندانی سے کسی کو انکار نہیں۔

جاوید ۔ اغوا نامہ!

سعید ۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ آج کل کا مولوی ہمیں عالم ملکوت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔

عبدالرشید ۔ خدارا انصاف کرو۔ میں نے ہیر کے حق میں کونسی گستاخی کردی ہے، فلسفہ کی کتاب کو فلسفہ کی کتاب کہنا اور طب کی کتاب کو طب کی کتاب کہنے میں کونسا باک ہے۔ اسی طرح اگر میں نے ہیر کو اغوا نامہ کہدیا تو اس میں کونسی بُرائی ہے۔ رانجھا ہیر کے درپے تھا۔ اس تذکرہ کو شاعر نغزگو نے خوب نبھایا ہے اور دونوں مرد و زن کے عشقیہ جذبات کو کھول کر پیش کیا ہے۔

ایک دیہاتی ۔ آخر اس میں کیا خرابی ہے؟

عبدالرشید ۔ خرابی تو بالکل روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس داستان کو ایسے ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قیامت تک جو نوجوان مرد یا عورت اس کا ایک بھی شعر سُن پائے گا عشق مجازی کے رنگ میں رنگا جائیگا۔

جاوید ۔ مولوی صاحب! آپ بڑے پُرانے زمانہ کی چیز معلوم ہوتے ہیں۔ آج کل تو فلمی دُنیا میں عشق و محبت کی ترجمانی بہت ہی واشگاف الفاظ میں ہوتی رہتی ہے۔

سعید ۔ جاوید صاحب۔ یہ مولوی لوگ عورت کی آزادی کے سرے سے ہی دشمن ہیں۔ کبھی پردے کا مسئلہ لے اُٹھتے ہیں۔ کبھی تعلیم نسواں کی مخالفت میں لال پیلے ہو رہے ہیں۔ اور کبھی فلمی دُنیا پر فتوے بازی کرنے لگتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر ان کا بس چلے تو بازاروں میں عورت ذات یوں غائب ہو جائے جیسے گدھے کے سر سے سینگ!

(حاضرین کھلکھلا کر ہنسنے لگتے ہیں)

عبدالرشید ۔ (مُسکرا کر) پڑھے لکھے بھُوت سے پالا پڑا ہے۔

سعید ۔ آخر مولوی صاحب۔ آپ عورت کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔

عبدالرشید عورت گھر کی چاردیواری کے اندر گھر کی مالکہ بن کر زندگی بسر کرے۔

جاوید ۔ لاحول ولاقوۃ! پھر حوالات میں اور گھر میں کیا فرق ہُوا۔

اختر (مُسکرا کر) گھروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہیں ہوتی ہیں۔

سعید ۔ دیکھا۔ مولویانہ نظریہ۔ ان کا مقصد تو یہ ہے کہ عورت ہر طرح کے حقوق سے محروم کی جائے۔ اور انسانی سوسائٹی کی ایک خادمہ بن کر زندگی کے دن کاٹے

عبدالرشید ۔ اچھا آپ اپنی کہیں! کہ عورت کو آپ کونسے حقوق دینا چاہتے ہیں۔ جن سے اُن کو اسلام روکتا ہے

سعید ۔ اسلام روکے یا نہ روکے آپ تو ضرور ہی روکتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ عورت آپ کے روکنے سے نہیں رُکتی۔ وہ مہذب ممالک میں مردوں کے دوش بدوش تمام تعلیمی درسگاہوں میں۔ ٹریننگ اداروں میں۔ فوجی۔ صنعتی اور ثقافتی اجتماعوں میں قدم مارتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں۔ ہسپتالوں اور پولیس اسٹیشنوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ مردوں سے بھی احسن طریق پر اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ خیر دانا بینا آدمی پر عورتوں کا میدان عمل پوشیدہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُن کو آئندہ ترقی سے انکار ہو سکتا ہے۔ حقیقت ہے۔ کہ عورت میں کردار کی صلاحیت مردوں کی نسبت ہرگز کم نہیں ہے۔

عبدالرشید ۔ سعید! اب اور کسی کو بھی بولنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جاوید ۔ میں سعید صاحب کی تائید میں

باقی صفحہ ۱۴۳ پر

اصلاحِ قلب

(تقریر حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند
مقام خیر المدارس مُلتان بروز جمعہ مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء بعد نماز جمعہ)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ **ترجمہ**:۔ جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اگر وُہ درست ہو جائے تو تمام بدن درست ہے۔ اگر وُہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! (اور وہ دل ہے) انسان کے اندر اس کے بائیں جانب گاجر کی شکل کا یا مخروطی شکل کا ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو انسان کے لئے بمنزل تخم اور بیج کے ہے۔ اگر تخم صحیح اور سالم ہو تو درخت بھی صحیح اور سالم رہے گا اور اگر تخم خراب ہے تو درخت بھی ایسا بمنزل بادشاہ کے ہے اور باقی تمام اعضا بمنزل رعیت کے ہیں۔ حاکم اور بادشاہ جس چیز کا ارادہ کرے خُدام اور رعیت اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح قلب بھی جس چیز کا ارادہ کرے۔ باقی تمام اعضاء اس کا حکم مانتے ہیں۔ اگر قلب دیکھنا چاہے تو آنکھیں اس کی مشیّت کو پُورا کرتی ہیں اور اسی طرح سُننے کا اگر دل نے ارادہ کیا تو کان اس کے حُکم کے لئے تیار ہیں۔ باقی قلب کوئی لفظی حُکم نہیں دیتا اپنے اعضاء کو کہ فلاں کام کر اور فلاں سے رُک جا۔ بلکہ اشارہ کافی ہوتا ہے۔ اور اشارہ سے کام چل جاتا ہے تو جس طرح اس کی مشیت ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے وُہ حکم کی تعمیل شروع کر دیتے ہیں۔

بادشاہ کا کام کوئی محنت اور مزدُوری نہیں کہ کام میں وہ مشغول رہے۔ بلکہ یہ کام رعیت اور خُدام کا ہے اور بادشاہ کا کام حُکم دینا ہے۔ یعنی بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے اور اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ تمام مملکت کی خبر رکھے اور خبر رکھ کر معلوم کرے کہ سلطنت میں کیا ہوتا ہے۔ تو قلب عالم ہوتا ہے۔ اور مملکت معلوم۔ اگر قلب کا علم صحیح ہو تو تمام احکام صحیح ہوں گے اور تمام امور سُدھر جائیں گے۔ اور اگر علم غلط ہُوا تو تمام کام بگڑ جائے گا۔ خبر رکھنا یہ بھی ایک علم ہے اور یہ دونوں دل کے اندر موجود ہیں اور قلب چونکہ حاکم و بادشاہ ہے۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ بادشاہ بھی عالم اور خبردار ہونا چاہیئے۔ جاہل آدمی بادشاہت اور حکومت کے قابل نہیں۔ تو دل عالم ہُوا اور باقی اعضاء چونکہ خدام اور محکوم ہیں اور خدام مزدوری اور محنت کیا کرتے ہیں۔ تو دل کا کام علم اور حکم ہُوا اور باقی اعضاء کا کام مزدُوری اور عمل۔

قلب کے دو دروازے ہیں۔ ۱ اوپر کا دروازہ ۲ نیچے کا دروازہ۔ اوپر کا دروازہ کھول دو تو معرفت الٰہی آئیگی اور عرش کی خبروں سے باخبر رہیگا۔ اور نیچے کا دروازہ کھول دیا جائے تو شعور کا ورود ہوتا ہے۔ گویا ایک طرف سے وُہ عالم ہے عرش و کُرسی کا اور دوسری طرف سے وہ عالم ہے فرش و زمین کا۔ ایک طرف سے تو عرش کے الہیات سے باخبر رکھتا ہے اور دُوسری طرف سے زمین کے محسوسات کے صورتوں کا نقشہ سامنے لاتا ہے اور ساتھ ساتھ اس خوبی کو بھی دیکھیں کہ جس شئے کا اور جس چیز کا اس کو علم ہے۔ اس کے لئے ایک اعلےٰ نفیس کمرہ بھی ہے۔ جس چیز کو دیکھ لیتا ہے۔ اس کا علم حاصل کر لیتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اس کی تصویر اور شکل بھی چھاپ لیتا ہے اور صرف ایک چیز ہی نہیں جتنی چیزیں دیکھ لیتا ہے۔ تمام کو اپنے اندر سما لیتا ہے۔ تو جتنی چیزیں بھی دیکھ لی ہوں تمام اس کے اندر موجُود و منضبط ہوتی ہیں۔ پھر اس خوبی کا کیا کہنا۔ کہ کیمرہ تو تصویر اور شکل تو دکھلا دیتا ہے لیکن ویسے نہیں جیسے کہ چیز ہوتی ہے۔ یعنی چیز کا حجم بڑا ہوتا ہے اور کیمرہ اس حجم کو چھوٹے سے کاغذ کے ٹکڑے پر تصویر کی شکل میں نمایاں کر دیتا ہے۔ لیکن دل کا کیا کہنا ہے۔ جیسے دیکھ لی۔ ویسے سامنے رکھ دی۔ مجال ہے کہ ایک ذرّہ اور ایک رتی بھر بھی کمی یا زیادتی محسوس ہو اور ساتھ ساتھ اس فضیلت کو دیکھیں کہ وُہ تمام تصویریں اس کے اندر ہر وقت منقش ہوتی ہیں۔ جس چیز کی تصویر دیکھنی ہو اس کا خیال کرے تو اس شئے کی تصویر بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ سامنے آ جائیگی۔ جیسے کہ کسی نے دہلی کی شاہی مسجد کو دیکھا ہو اور لال قلعہ دیکھا ہو اور بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہو۔ تو ایک ہی وقت میں وہ اگر شاہی مسجد کا خیال کرے تو شاہی مسجد اس کے سامنے آ جائے گی اور اسی وقت میں لال قلعہ کی سیر بھی میسّر ہے اور اگر ذرا تخیل و تصوّر کو کعبہ اور بیت اللہ کی طرف متوجہ کر دے تو اس وقت اس کے دل کی آنکھیں کعبہ کی زیارت سے منوّر ہو جاتی ہیں۔ ع

دِل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تو دل ایک چھوٹا سا کیمرہ ہے یہاں تک کہ ایک پاؤ بھر کا وزن نہیں رکھتا۔ مگر سارا عالم اس کے اندر سما جاتا ہے۔ تمام دنیا کی باتیں اس کے اندر موجُود ہیں اور تمام صورتیں اس کے اندر منقش ہیں۔ گویا ایک چلتا پھرتا کیمرہ ہے موجود یہاں ہے اور تمام دنیا کی سیر کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عجیب قسم کی صلاحیتیں اور کیفیتیں اس میں پیدا کی ہیں۔ علم کی صلاحیت اس میں اور کیمرہ بننے کی صلاحیت اس میں ایک چھوٹی سی ڈبیہ ہے۔ جس کے اندر تمام دنیا کو بند کیا ہُوا ہے۔ اور تمام عالم کو جمع کئے ہوئے ہیں اور یہ تو دُنیا کی چیزیں ہیں۔

اگر اس کا اوپر والا دروازہ کھول دیا جائے تو عالم الغیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور تمام فرشتے اور عرش اور لوح و قلم اس میں موجُود ہو جاتے ہیں یعنی اگر آخرت کی طرف متوجہ کر دیا جائے تو فرشتوں کا علم عرش و کرسی کا علم۔ لوح و قلم کا علم۔ جنّت و دوزخ کا علم اس کے اندر جمع ہو جاتا ہے تو غرضیکہ ہر قسم کی چیزیں اس کے اندر موجود ہیں اور دونوں جہانوں کا مجمُوعہ ہے۔ صورۃً بھی اور علماً بھی۔ صورۃً تو نچلے دروازہ کے اعتبار اور علماً آخرۃً اور اوپر والے دروازہ کے اعتبار سے۔ تو انسان اگر اوپر کی طرف متوجہ ہو جائے تو علوم کی بارش شروع ہو جاتی ہے اور اگر نیچے کی طرف متوجّہ ہو جائے تو محسوسات کی بارش برسنے لگتی ہے۔

دل ہر قسم کی اشیاء کا مجمُوعہ اور خزانہ ہے آوازیں اس کے اندر۔ صُورتیں اس کے اندر۔ اور علم اس کے اندر۔ یہی وجہ ہے کہ آواز کی کوئی صُورت نہیں ہے۔ مگر جب آپ ایک وقت کوئی آواز سُن لیں تو دُوسرے اوقات میں کہہ سکتے ہو کہ میں نے فلاں قسم کی بھدّی اور سُریلی آواز سُن لی تھی۔ تو در اصل آنکھ کان وغیرہ قلب کے خادم ہیں۔ یہ خبر رسانی کرتے ہیں۔ پھر قلب بھی دیکھتا ہے اور سُنتا بھی ہے۔ جیسے کہ آنکھ دیکھتی ہے اور کان سُنتا ہے لیکن اگر ذرا تحمّل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو نہ آنکھ دیکھتی ہے اور نہ کان سُنتا ہے بلکہ حقیقت میں قلب ہی دیکھتا ہے۔ اور

[illegible]

قلب ہی سنتا ہے۔ اور یہ دیکھنے اور سننے کی نسبت جو ہم آنکھ اور کان کی طرف کرتے ہیں یہ مجازاً ہے۔ جیسے کہ آپ کسی راستے پر جا رہے ہوں۔ تو راستے میں ایک جلوس اور دھوم دھام کی آوازیں ہیں۔ اور آپ کسی اور خیال میں منہمک ہو کر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ نہ آپ کو جلوس کا پتہ چلا اور نہ آپ نے اس کی آوازیں سنیں تو بعد میں آکر آپ کو ایک ساتھی یاد دلاتا ہے، کہ یار آج تو راستے میں ایک قسم کی نمائش لگی ہوئی تھی۔ آپ اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں، کہ کہاں! میں نے تو نہیں دیکھا، وہ پھر کہتا ہے۔ کہ راستہ میں ہی تو تھا۔ آپ کا جواب پھر نفی میں لیکن وہ اپنے اصرار سے باز نہیں آتا اور کہتا رہتا ہے، کہ بڑی عجیب قسم کی دھوم دھام اور نمائش لگی ہوئی تھی تو آپ کہہ دیتے ہیں، اور اقرار کر لیتے ہیں۔ کہ ہاں اس وقت میں کسی اور خیال میں تھا۔ اور میرا ذہن اس وقت اور طرف متوجہ تھا۔ تو معلوم ہوا کہ حقیقت میں دل سنتا اور دیکھتا ہے، کان اور آنکھیں نہیں۔ اس لئے کفار کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ
قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ سورۃ محمدؐ رکوع ۳ پ ۲۶

ترجمہ:۔ پھر کیوں قرآن میں غور نہیں
کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے
ہوئے ہیں۔

یہ اندھے ہیں دیکھتے نہیں۔ بظاہر تو وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن دل ان کا نہیں دیکھتا تھا۔ یہی تو وجہ تھی کہ معجزات کو دیکھتے تھے۔ اور سنتے تھے۔ لیکن ایمان نہیں لاتے تھے۔ گویا کہ ان کے دل نہیں دیکھتے تھے ایسے ہی بسا اوقات گھنٹے بجتے ہیں۔ لیکن سنائی نہیں دیتے۔ کان تو بہرے نہیں ہوتے لیکن دل بہرا ہوتا ہے۔ گویا کہ قلب پر بند لگے ہوتے ہیں ایسے ہی بسا اوقات کسی مسئلہ میں آدمی غرق ہو۔ تو بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ مگر معلوم بھی نہیں ہوتا۔ جیسے امام محمدؒ کی جب وفات ہوئی۔ جو امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں اور فقہ حنفی میں ان کو بڑا دخل ہے۔ گویا کہ انہی کی وجہ سے فقہ حنفی عروج تک پہنچی جس وقت ان کی وفات ہوئی تو بعض نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ پر کیا کچھ گذرا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو موت کی ذرا بھر تلخی بھی محسوس نہیں ہوئی میں فقہ کے ایک مسئلہ میں مستغرق و متفکر تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو آخرت میں پا رہا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ بندے کو تکلیف پہنچے مگر موت ہر ایک کو آنی ہے۔ اس لئے اس کی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ کیونکہ کل نفس ذائقة الموت تو میں سوچتا ہوں کہ تکلیف لازمی ہے، چونکہ مقدر ہو چکا ہے۔ لیکن دل چاہتا ہے۔ کہ کسی کو نہ پہنچے تو اس کا حل اور معالجہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائه۔ الحدیث یعنی جب بندہ چاہتا ہے اور خواہش رکھتا ہے۔ کہ میں اپنے رب سے ملوں ادھر سے اللہ تعالیٰ خواہش رکھتے ہیں۔ کہ میں اپنے بندے سے ملوں۔ تو قلب میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے کہ کس وقت یہ جان نکلے اور میں اللہ سے ملوں اس طرح دھیان اور توجہ اس کی اللہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کو پتہ بھی نہیں چلتا اور موت آجاتی ہے اور اگر چلتا ہے، تو اتنا مغلوب ہوتا ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے۔ کہ بندے کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور وعدہ بھی پورا ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال ایک باپ اور بیٹے کی فرض کر لیں کہ ایک بیٹا ہے۔ کہ اس پر کوئی زخم ہے۔ جس کی وجہ سے بیٹے کو تکلیف پہنچتی ہے لیکن باپ چاہتا ہے۔ کہ زخم بھی ٹھیک ہو جائے اور تکلیف بھی نہ پہنچے۔ تو ڈاکٹر سے کہتا ہے، کہ چیرا تو دیدیجئے۔ لیکن ساتھ ساتھ نشہ بھی پلا دیجئے، تاکہ تکلیف محسوس نہ ہو۔ اصل میں محبت الٰہی ایک نشہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی طرف اس کا دھیان ہو جاتا ہے۔ بہر حال قلب انسانی ایک عالم اور مدرک ہے۔ مگر اگر توجہ دوسری طرف ہو، تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

مولانا خلیل احمد صاحب کے گھر ایک مولانا صاحب جن کا نام یاد نہیں۔ جن کی بہن مولانا خلیل احمد کے گھر تھی تشریف لائے۔ وہ بزرگ اور ولی تھے۔ ان کی بہن متواتر تین چار روز تک چنے کی دال پکاتی رہی۔ آخر انہوں نے ایک دن کہا کہ اے بہن! تمہارے گھر صرف چنے ہی کی دال ہے، اور کچھ نہیں۔ کبھی اور کچھ بھی لیا کرو۔ دوسرے دن انہوں نے ماش کی دال پکائی اور کھانا سامنے رکھ دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے۔ پھر کہنے لگے کہ آج پھر وہی چنے کی دال ہے۔ بہن نے کہا کہ دیکھتے نہیں۔ یہ ماش کی ہے۔ یا چنے کی۔ معلوم ہوا کہ جب دھیان اللہ کی طرف ہو تو نہ کسی چیز کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی آواز سنائی دیتی ہے۔ حقیقت میں دیکھتا بھی دل ہے۔ سنتا بھی دل ہے، سب کچھ دل ہی کرتا ہے۔ یہ دیکھنے اور سننے کا اطلاق آنکھ اور کان پر مجازاً ہوتا ہے۔ یہ تو محسوسات کا علم تھا۔

اسی طرح اسی قلب میں الٰہیات کا علم ہے۔ جیسے کہ قرآن انسان کے قلب پر نازل ہوا۔ تو اسی دل میں معرفت الٰہی اور نفسیات کا علم بھی نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۙ عَلَىٰ
قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۙ
۔ (سورۃ الشعراء رکوع ۱۱ پ ۱۹)

ترجمہ:۔ اور یہ قرآن رب العالمین
کا اتارا ہوا ہے۔ اسے امانت
دار فرشتہ لے کر آیا ہے، تیرے
دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے
ہو۔

انبیاء علیہم السلام پر من جانب اللہ وحی نزول کرتی ہے۔ صلحاء کے دل میں کچھ چیز اترتی ہے۔ من جانب اللہ جس کو الہام کہتے ہیں، اور عام لوگوں میں فراست پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے، کہ حضورؐ نے فرمایا! مومن کی فراست سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آئے تو پہلے اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔ اس کے بعد اگر سمجھ نہ آئے تو مفتی سے پوچھ لیا کرو۔ جیسے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ماالاثم۔ یعنی گناہ کیا چیز ہے۔ تو حضورؐ نے جواب دیا۔ "ما حاک فی نفسک" جو دل میں کھٹکے۔ اگر سوچا جائے۔ انسان کا ایک عضو ہے۔ جو دل ہے۔ یہ آخرت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور باقی اعضاء دنیا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ کان کو حق و باطل کی حس نہیں۔ وہ دونوں قسم کی آوازوں کو پسند کرتا ہے۔ اگر قرآن پڑھا جائے۔ تو جیسے اس کو سن کر خوش ہوتا ہے۔ ایسے ہی دوسری طرف اگر گانے کی آواز آتی ہو اس کو بھی سن کر خوش ہوگا، اسی طرح آنکھ ہے۔ یہ بھی حق و باطل کے درمیان فرق نہیں کر سکتی۔ دونوں کو یکساں نظر سے دیکھتی ہے۔ اسی طرح اور اعضاء بھی۔ مگر انسان کا صرف دل ایک ایسا عضو ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ صرف حق ہی کو پسند کرتا

ہے۔ اور باطل سے گریز کرتا ہے۔ ہاں اگر غلط فہمی سے کبھی باطل کی طرف رجحان ہوا۔ تو وہ غلط فہمی سے ہوگا۔ اس کی خواہش سے نہیں ہوگا۔ اس لئے جب بھی معلوم ہو کہ یہ غلط ہے اور باطل ہے۔ فوراً اس جانب سے منتقل ہوگا

معلوم ہوا کہ قلب پاک ہے۔ اس لئے اس میں اعلیٰ اور پاک چیزیں بھرنی چاہئیں۔ ناپاک چیزیں بھرنا غیر دانش مندی ہوگی۔ اور پاک چیزیں کیا ہیں۔ وہ محبت خدا وندی ہے اور علم خدا وندی ہے۔ یہ دونوں لطیف چیزیں ہیں۔ اور قلب بھی لطیف ہے۔ اور لطیف کے اندر لطیف چیزیں بھری جاتی ہیں۔ قلب کے اندر دونوں علم حیات اور الہیات کا آ سکتا ہے۔ لیکن اشرف علم علم الہیات ہے۔ جیسے جوتا سلینا ایک علم ہے۔ اور کپڑے سلینا بھی ایک علم ہے۔ لیکن کپڑے سلینے کا علم جوتا سلینے کے علم سے اشرف ہے۔ اسی طرح کپڑے سلینے کا علم بدن کے عوارضات سے ہے۔ اور علم طب بھی بدن سے بدن سے تعلق رکھتی ہے۔ تو لباس وغیرہ کے علم سے جو لواحقات اور تبعاً علم تھا۔ طب کا علم افضل ہوا۔ اسی طرح اور ترقی کرتے رہیں۔ ایک روح کا علم ہے۔ اور ایک بدن کا۔ اور روح کا علم بدن کے علم سے افضل و اشرف ہے۔ اس لئے کہ روح سے اللہ کی ذات کا علم ہوتا ہے۔ اور اللہ سب سے اعلیٰ اور لطیف ہے اس کا علم بھی تمام علوم سے اونچا ہوگا۔ اور وہ علم شریعت ہے۔ تو علم شریعت سب علوم سے اونچا ہوا۔ اور قاعدہ ہے۔ کہ جو اعلیٰ اور اونچا ہو اس کو اصل اور مخدوم بناتے ہیں۔ اور جو کم ہو اس کو تابع اور خادم۔ تو روح کا علم اصل رہے گا۔ اور بدن کا علم تابع جیسے کہ آج کل دنیا کے اندر کئی علوم ہیں، سائنس کا علم۔ جغرافیہ کا علم، ریاضی کا علم وغیرہ ان تمام سے انسان کو فائدہ تو پہنچتا ہے۔ مگر صرف بدن کو پہنچتا ہے یہ بھی فائدہ تو ہے۔ مگر محدود ہے۔ اس لئے کہ جب آخری وقت آتا ہے۔ اور آخری سانس ہو۔ تو سائنس کا علم جس سے ہوائی جہاز بنا کر ملک کی سیر کرائی تھی۔ آپ سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اور آپ کو جنت تک نہیں پہنچا سکتا۔

آج کل کے روس والے اور امریکہ والے چاند تک پہنچنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن یہ بھی کم ہمتی کی بات ہے۔ اس لئے کہ ان کو تو آسمان تک پہنچنا چاہیئے۔ اور وہاں جاکر ابراہیم علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام سے ملاقات کرنی چاہیئے بلکہ ہماری تو دعا ہے۔ کہ جلدی ہی پہنچ جائیں۔ تاکہ دنیا سے کچھ فساد کم ہو جائے۔ اور زمین چونکہ انسانوں سے تنگ آگئی ہے۔ اس لئے کچھ اوپر چڑھ کر آرام حاصل ہو جائے گا۔ باقی وہاں پہنچ کر چاند والے ان سے جو سلوک کریں۔ وہ ان کی مرضی اس لئے کہ دنیا کے اندر ایک ملک سے دوسرے میں بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے پہنچنا مشکل ہے۔ اور اگر کبھی چلا بھی جائے۔ تو کیا سلوک ہوتا ہے۔ اور یہ دنیا اور زمین کے ملکوں کا سلوک ہے معلوم نہیں چاند والے کیا سلوک کریں گے۔ نیز اگر وہ چاند تک پہنچ بھی جائیں تو کیا کمال ہے۔ اس لئے کہ چاند۔ ستاروں کا تعلق اس آسمان سے ہے۔ اگر بہت ہی گئے تو دنیا کے علاقے ہی میں گئے۔ اس سے زیادہ دور تک نہیں گئے۔

ان کے پہنچنے میں ہمیں فائدہ ہے۔ کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ اس سے بہت سے اعتراضات کا جواب بھی جو ان کی طرف سے وارد ہوتے ہیں۔ حل ہو جاتا ہے۔ جن میں ایک معراج کا انکار بھی ہے۔ وہ معراج کا انکار کرتے ہیں۔ تو جب انہوں نے ارادہ کر لیا۔ تو گویا امکان ثابت ہوا۔ خواہ یہ پہنچیں یا نہ صرف ارادہ سے امکان ثابت ہوا۔ اس لئے کہ ارادہ ممکن چیز کا ہوا کرتا ہے۔ اور باقی وقوع رہا کہ آیا واقع ہوا ہے۔ یا نہیں تو وقوع کے لئے مخبر صادق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مخبر صادق نے خبر دی ہے۔ قرآن مجید میں اور حدیث میں بھی تو ہمارا معراج کا واقعہ بھی ثابت ہو جائے گا۔ اس کی مثال اللہ کے دیدار بھی ہے۔ اللہ کے دیدار کے بارہ میں اسلام کے ایک فرقہ معتزلہ کا یہ خیال ہے۔ کہ دیدار الہی محال ہے۔ اور وہ اس کا انکار کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن دیدار مسلمانوں کو ہوگا۔ اور کفار کے سامنے حجاب ڈالا جائے گا۔ اس لئے کہ دیکھنے کے لئے عشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھنے کی صورت کے بارہ میں صحابہ نے پوچھا کہ تمام لوگ ایک وقت میں کیسے مشرف ہونگے۔ ایسے ہی دیدار الہی بھی ہوگا۔ معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ یہ عقلاً محال ہے۔ اور یہ مصیبت اس لئے ان کو درپیش آئی۔ کہ انہوں نے نقل پر عقل کو غالب کیا دنیا میں اصل بنیاد نقل ہے۔ اور عقل اس کے تابع ہے۔ تو اس انکار کے علماء ظاہر نے کئی جوابات دیئے ہیں۔ لیکن ان کے شبہ کو دور نہ کر سکے۔ چونکہ علماء ظاہر کے بعد علماء باطن کی قوت کام کرتی ہے۔ اس لئے علماء ظاہر نے اس کے بعد اپنے زمانہ کے ایک ولی اللہ حضرت شبلیؒ سے عرض کیا کہ ہماری تو یہاں تک طاقت تھی۔ آگے آپ لوگوں کا کام ہے۔ تو حضرت شبلیؒ نے ان سے مناظرہ کے لئے کہا۔ اور مناظرہ بغداد کی جامع مسجد میں مقرر ہوا۔ معتزلہ کے تمام علماء تشریف لائے اور ان کا رئیس المناظرین سامنے آیا۔ شیخ نے ان سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ دیدار الہی ہمیں نہیں ہو سکتا۔ شیخ نے پوچھا۔ کہ تو سچ بتا کہ تیرے دل میں دیکھنے کی تمنا ہے۔ یا نہیں۔ تو اس نے کہا کہ ہاں۔ شیخ نے کہا معلوم ہوا کہ دیکھا جانا ممکن ہے۔ اس لئے کہ تمنا اس چیز کی ہوتی ہے۔ جس کا دیکھا جانا ممکن ہو۔ تو دیدار ممکن ہوا۔ اور باقی وقوع مخبر صادق سے ثابت ہے۔ تو مسئلہ صاف ہوا۔ اس لئے کہ جس کا دیکھا جانا ممکن نہیں۔ اس کی تمنا نہیں ہوتی اسی طرح یہ لوگ جن کے دل میں چاند تک پہنچنے کی تمنا اور آرزو واقع ہوئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے۔ اور وقوع مخبر صادق سے ثابت ہے۔ تو معراج کا انکار کیسے پھر کر سکتے ہیں۔ اور کیسے جرأت ہو سکتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ کہ انسان کی روح نکلنے کے وقت جذب اور قبض ہوا کرتا ہے۔ جذب کے لئے چار فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو پاؤں کی طرف سے روح کو نکالتے ہیں۔ اس لئے نزع کے وقت سب سے پہلے پاؤں سرد پڑ جاتے ہیں۔ جب روح نکال لیتے ہیں۔ تو عزرائیل علیہ السلام قبضہ کرکے آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ مومن کی روح جس وقت نکل جاتی ہے۔ تو خوشبو کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور فضا معطر ہو جاتی ہے۔ تو فرشتے دوڑتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ کہ کون ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ اور جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ اس کی روح عرش تک میں پہنچاؤں روح جب آسمانوں سے گذر کر عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ تو حق تعالیٰ اسے واپس لوٹاتے ہیں۔ کہ اس کی جگہ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ اس کا نام دفتر علیین میں لکھ دو۔ ہم انشاءاللہ وہاں تک پہنچیں گے۔ اور روح اگر کسی مشرک اور کافر کی نکل جائے۔ تو اس سے بدبو پھیل جاتی ہے۔ ملائکہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر ڈالتے ہیں۔

کہ تو پہنچا دے۔ لیکن حکم کی تعمیل سے ضرور پہنچا جاتے ہیں۔ اور جب آسمان تک جاتی ہے۔ تو دروازے بند ہوتے ہیں۔ اس لئے واپس کی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے اوپر جانا ہے۔ وہ ایمان اور عمل صالح کرتے ہیں۔ اور عرش تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے جو ایجادات بھی کرائیں ان لوگوں کے ذریعے سے جو باری تعالیٰ کی ایجادات کے منکر تھے۔ اور اسلام کے منکر ہیں تاکہ مسلمان خاموش بیٹھ کر ان کے ہاتھوں سے بلیلیں لیتا جائے اور ان کا جواب دیتا جائے۔ یہ لوگ اگر آسمان پر بھی جائیں۔ تو ہمارے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ یہ جلدی پہنچ جائیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ انسان کے متعلق جب جنتی اور جہنمی کا فیصلہ کیا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے۔ بعض ان کا انکار کر دیں گے۔ کہ ہم نے یہ برا فعل نہیں کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس فعل کو اس زمان کے ساتھ جس میں وہ مرتکب ہوا تھا۔ سامنے لاکر کھڑا کر دیں گے اس پر وہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اور اقرار کر لیتا ہے۔ تو زمانہ و ہیئت ہر ایک چیز ماضی کو لوٹا دیں گے۔ جس کو مجبوراً ماننا پڑیگا ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ماضی کو لوٹا دیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ دہلی میں ایک نمائش ہوئی۔ جس میں تمام دنیا کے مصنوعات دکھائے گئے۔ اس میں امریکہ کی بھی دکان تھی۔ اس نے اپنی دکان سجائی۔ روس کی بھی ایک دکان تھی۔ اس نے بھی سجائی تو اس کے دیکھنے کے لئے ہم بھی چلے گئے۔ روس کی دکان میں ایک ٹیلی ویژن نئے قسم کا ریڈیو دیکھا جس میں بولنے والا شخص بھی دکھاتی دیتا ہے تو اس دکان والوں نے ہمارے سامنے ایک آدمی کو بھیجا۔ کہ فلاں جگہ چلا جا۔ تو وہ چلا گیا۔ ادھر سے دوسرے شخص نے اسکی ایک سوئی دبائی۔ تو وہ شخص جو ابھی ہمارے سامنے گیا تھا۔ بولنے لگا۔ اور بالکل صاف طور پر دکھائی دیا۔ تو دکان والے نے ہمیں کہا کہ میں تمہیں اور جگہ دکھاؤں تو سوئی دبائی ایک جنگل دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ چین کا جنگل ہے۔ اس میں عورتیں بھی تھیں وہ کاشت کرتی تھیں۔ اور ساتھ ساتھ وہ گاتی بھی تھیں۔ علم ہیئت کا ایک مسئلہ ہے کہ ہزار میل کے فاصلہ پر ایک گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے۔ تو ہم نے جب چین کو دیکھا اس کا زمانہ اور تھا۔ اور ہمارا زمانہ اور چین چونکہ ہم سے کئی ہزار میل دور ہے اس لئے جس وقت ہم چین کے جنگل کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ہاں عصر کا وقت تھا۔ لیکن ہم نے اسی وقت چین کے اندر ظہر کے وقت کو دیکھ لیا۔ تو ہم نے زمانہ بھی اور دیکھا۔ اور مکان بھی اور۔ اور آوازیں بھی سنیں گئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کریں تو کیا ممکن نہیں ہے۔ جب کہ ایک انسان کر سکتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ تمام ماضی کو مستقبل اور مستقبل کو ماضی میں تبدیل کریں تو کیا محال ہے۔ ان ایجادات کے ذریعہ سے اسلام کے ثبوت کے لئے عقلی وجوہ اور دلائل مل جاتے ہیں۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ سائنس کی ترقیات اسلامی دور میں ہونی چاہیئے۔ تاکہ روحانی ترقیات کے لئے تائید اور دلیل بن جائیں۔ اسلام اور علوم سے روکتا نہیں اس لئے کہ روکے تو وہ جس کو تعصب ہو اور اسلام نے تعصب کی جڑ کاٹ دی ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اصل علم علم شریعت ہے۔ اور باقی علوم اسلام اور شریعت کے تابع ہیں۔ اور اسلام کے لئے ضرورت کے طور پر بڑھی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس تھے کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ حضرت بخاری شریف کے ختم پر میرے لئے دعا کرنا۔ اور حضرت مولاناؒ اس وقت منطق کا ایک رسالہ قطبی پڑھا رہے تھے۔ جب درس ختم ہوا تو دعا شروع کر دی۔ عرض کیا کہ میں نے تو بخاری شریف کے ختم کے وقت دعا کے لئے کہا گیا تھا۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں قطبی پڑھانے میں بخاری شریف کا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ قطبی بخاری شریف کی غرض سے پڑھاتے ہیں۔ جیسے کہ آپ کسی نانبائی کے پاس جائیں۔ اور ماہوار کھانے کی اس سے رقم طے کرتے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ پچیس ۲۵ روپے لونگا۔ یہ رقم صرف روٹی اور آٹے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں کھانے کی ضروریات کا خرچ اور مزدوری بھی داخل ہے۔ تو جب ایک مومن کا مقصد صرف دین اور شریعت ہو۔ اور زندگی کے تمام اوقات کو نیکی کے لئے صرف کر دے۔ تو اس وقت کھانے پینے پیشاب کرنے ہر ایک کا ثواب ملیگا کیونکہ وہ دین کی نیت سے کرتا ہے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ مومن کا مقصد اگر صرف دین اور شریعت ہو۔ تو اس کے علاوہ اور اشیاء اس کے لئے دین کا وسیلہ بن جاتی ہیں۔ اس لئے حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مومن مجاہد کا گھوڑا جو اس نے جہاد کی غرض سے پال رکھا ہے۔ اس کا خون۔ لید۔ پیشاب اور بول و براز اس کے ثواب اور اجر میں لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے گھوڑا اپنے نفس کی خواہش کے لئے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تو یہ سب وسائل ہیں۔ اور وسائل کا حکم مقاصد کا حکم ہے۔ اگر ان علوم کو دین اور شریعت کے علوم کے لئے وسیلہ بنایا جائے۔ مسلمان اسی طرح اگر دین کے لئے دنیا کو وسیلہ بنائے تو سب دنیا دین ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ دل پاکیزہ ہے۔ تو اس میں پاکیزہ علم جو باری تعالیٰ کا ہے بھرنا چاہیئے۔ اور علوم کو بھی سیکھو۔ مگر علم باری کو مرکز بنانا چاہیئے اور باقی علوم کو تابع بنایا جائے۔

جب ہمارے دل میں دو علم ہیں۔ اوپر کا علم اور نیچے کا علم تو اوپر والے علم کو اصل اور مقصد بنانا چاہیئے۔ اور نیچے کے علم کو تابع اور وسیلہ۔ اگر فقط نیچے کے علم میں لگ گئے یا اس کے خلاف کیا کہ اصل کو تو تابع بنا دیا۔ اور تابع کو اصل۔ یعنی اوپر والے علم کو تابع کیا نیچے والے علم کے۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا۔ کہ غلام کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور بادشاہ کو ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا کر دیا۔

حدیث میں قلب کے درست کرنیکی تعلیم دی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ انسان کے اندر ایک ٹکڑا ہے گوشت کا۔ اگر ٹھیک رہے تو سارا بدن درست ہے۔ اور اگر بگڑ جائے تو سارا بدن خراب اور بگڑ جاتا ہے۔ جب علم الٰہی حاصل کریں گے۔ باقی تمام علوم اس کے تابع بن جائیں گے۔ تو قلب درست رہے گا۔ اور سارا بدن صحیح اور سالم ہو جائے گا۔ قلب بمنزل صدر اور بادشاہ کے ہے۔ اور دماغ بمنزل مشیر اور وزیر کے فلاسفہ نے۔ دماغ کو اصل بنا دیا اور جوارح کے ساتھ لگ گئے۔ اور انبیاءِ کرام نے قلب کو اصل بنایا۔ اور جوارح کو اس کے تابع ہم قلب کی درستی کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں سخاوت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ قلب کی صلاحیت کے لئے ہے۔

جس قسم کا عمل ہوگا۔ قلب میں اسی قسم کی صلاحیت پائی جائے گی۔ اگر عمل صحیح

باقی صفحہ ۱۴ پر

کہ تو پہنچا دے۔ لیکن حکم کی تعمیل سے ضرور پہنچا جاتے ہیں۔ اور جب آسمان تک جاتی ہے۔ تو دروازے بند ہوتے ہیں۔ اس لئے واپس کی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے اوپر جانا ہے۔ وہ ایمان اور عمل صالح کرتے ہیں۔ اور عرش تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے جو ایجادات بھی کرائیں ان لوگوں کے ذریعہ سے جو باری تعالیٰ کی ایجادات کے منکر تھے۔ اور اسلام کے منکر ہیں تاکہ مسلمان خاموش بیٹھ کر ان کے ہاتھوں سے دلیلیں لیتا جائے اور ان کا جواب دیتا جائے۔ یہ لوگ اگر آسمان پر بھی جائیں۔ تو ہمارے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ یہ جلدی پہنچ جائیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ انسان کے متعلق جب جنتی اور جہنمی کا فیصلہ کیا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے۔ بعض ان کا انکار کر دیں گے۔ کہ ہم نے یہ بڑا فعل نہیں کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس فعل کو اس زمان کے ساتھ جس میں وہ مرتکب ہوا تھا۔ سامنے لاکر کھڑا کر دیں گے اس پر وہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اور اقرار کر لیتا ہے۔ تو زمانہ و ہیئت ہر ایک چیز ماضی کو لوٹا دیں گے۔ جس کو مجبوراً ماننا پڑیگا ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ماضی کو لوٹا دیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ دہلی میں ایک نمائش ہوئی۔ جس میں تمام دنیا کے مصنوعات دکھائے گئے۔ اس میں امریکہ کی بھی دکان تھی۔ اس نے اپنی دکان سجائی۔ روس کی بھی ایک دکان تھی۔ اس نے بھی سجائی تو اس کے دیکھنے کے لئے ہم بھی چلے گئے۔ روس کی دکان میں ایک ٹیلی ویژن نئے قسم کا ریڈیو دیکھا جس میں بولنے والا شخص بھی دکھاتی دیتا ہے تو اس دکان والوں نے ہمارے سامنے ایک آدمی کو بھیجا۔ کہ فلاں جگہ چلا جا۔ تو وہ چلا گیا۔ ادھر سے دوسرے شخص نے اسکی ایک سوئی دبائی۔ تو وہ شخص جو ابھی ہمارے سامنے گیا تھا۔ بولنے لگا۔ اور بالکل صاف طور پر دکھائی دیا۔ تو دکان والے نے ہمیں کہا کہ میں نہیں اور جگہ دکھاؤں تو سوئی دبائی ایک جنگل دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ چین کا جنگل ہے۔ اس میں عورتیں بھی تھیں وہ کاشت کر رہی تھیں۔ اور ساتھ ساتھ وہ گاتی بھی تھیں۔ علم ہیئت کا ایک مسئلہ ہے کہ ہزار میل کے فاصلہ پہ ایک گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے۔ تو ہم نے جب چین کو دیکھا اس کا زمانہ اور تھا۔ اور ہمارا زمانہ اور چین چونکہ ہم سے کئی ہزار میل دور ہے اس لئے جس وقت ہم چین کے جنگل کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ہاں عصر کا وقت تھا۔ لیکن ہم نے اسی وقت چین کے اندر ظہر کے وقت کو دیکھ لیا۔ تو ہم نے زمانہ بھی اور دیکھا۔ اور مکان بھی اور۔ اور آوازیں بھی سنیں گئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کریں تو کیا ممکن نہیں ہے۔ جب کہ ایک انسان کر سکتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ تمام ماضی کو مستقبل اور مستقبل کو ماضی میں تبدیل کریں تو کیا محال ہے۔ ان ایجادات کے ذریعہ سے اسلام کے ثبوت کے لئے عقلی وجوہ اور دلائل مل جاتے ہیں۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ سائنس کی ترقیات اسلامی دور میں ہونی چاہیئے۔ تاکہ روحانی ترقیات کے لئے تائید اور دلیل بن جائیں۔ اسلام اور علوم سے روکتا نہیں اس لئے کہ روکے تو وہ جس کو تعصب ہو اور اسلام نے تعصب کی جڑ کاٹ دی ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اصل علم علم شریعت ہے۔ اور باقی علوم اسلام اور شریعت کے تابع ہیں۔ اور اسلام کے لئے ضرورت کے طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس تھے کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ حضرت بخاری شریف کے ختم پر میرے لئے دعا کرنا۔ اور حضرت مولاناؒ اس وقت منطق کا ایک رسالہ قطبی پڑھا رہے تھے۔ جب درس ختم ہوا تو دعا شروع کر دی۔ عرض کیا کہ میں نے تو بخاری شریف کے ختم کے وقت دعا کے لئے کہا گیا تھا۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں قطبی پڑھانے میں بخاری شریف کا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ قطبی بخاری شریف کی غرض سے پڑھاتے ہیں۔ جیسے کہ آپ کسی نانبائی کے پاس جائیں۔ اور ماہوار کھانے کی اس سے رقم طے کرتے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ پچیس ۲۵ روپے لونگا۔ یہ رقم صرف روٹی اور آٹے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں کھانے کی ضروریات کا خرچ اور مزدوری بھی داخل ہے۔ تو جب ایک مومن کا مقصد صرف دین اور شریعت ہو۔ اور زندگی کے تمام اوقات کو نیکی کے لئے صرف کر دے۔ تو اس وقت کھانے پینے پیشاب کرنے ہر ایک کا ثواب ملیگا کیونکہ وہ دین کی نیت سے کرتا ہے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ مومن کا مقصد اگر صرف دین اور شریعت ہو۔ تو اس کے علاوہ اور اشیاء اس کے لئے دین کا وسیلہ بن جاتی ہیں۔ اس لئے حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مومن مجاہد کا گھوڑا جو اس نے جہاد کی غرض سے پال رکھا ہے۔ اس کا خون۔ لید۔ پیشاب اور بول و براز اس کے ثواب اور اجر میں لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے گھوڑا اپنے نفس کی خواہش کے لئے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تو یہ سب وسائل ہیں۔ اور وسائل کا حکم مقاصد کا حکم ہے۔ اگر ان علوم کو دین اور شریعت کے علوم کے لئے وسیلہ بنایا جائے۔ مسلمان اسی طرح اگر دین کے لئے دنیا کو وسیلہ بنائے تو سب دنیا دین ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ دل پاکیزہ ہے۔ تو اس میں پاکیزہ علم جو باری تعالیٰ کا ہے بھرنا چاہیئے۔ اور علوم کو بھی سیکھو۔ مگر علم باری کو مرکز بنانا چاہیئے اور باقی علوم کو تابع بنایا جائے۔

جب ہمارے دل میں دو علم ہیں۔ اوپر کا علم اور نیچے کا علم تو اوپر والے علم کو اصل اور مقصد بنانا چاہیئے۔ اور نیچے کے علم کو تابع اور وسیلہ۔ اگر فقط نیچے کے علم میں لگ گئے یا اس کے خلاف کیا کہ اصل کو تو تابع بنا دیا۔ اور تابع کو اصل۔ یعنی اوپر والے علم کو تابع کیا نیچے والے علم کے۔ تو اس کا معنی یہ ہوگا۔ کہ غلام کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور بادشاہ کو ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا کر دیا۔

حدیث میں قلب کے درست کرنیکی تعلیم دی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ انسان کے اندر ایک ٹکڑا ہے گوشت کا۔ اگر ٹھیک رہے تو سارا بدن درست ہے۔ اور اگر بگڑ جائے تو سارا بدن خراب اور بگڑ جاتا ہے۔ جب علم الٰہی حاصل کریں گے۔ باقی تمام علوم اس کے تابع بن جائیں گے۔ تو قلب درست رہے گا۔ اور سارا بدن صحیح اور سالم ہو جائے گا۔ قلب بمنزل صدر اور بادشاہ کے ہے۔ اور دماغ بمنزل مشیر اور وزیر کے فلاسفر نے دماغ کو اصل بنا دیا اور جوارح کے ساتھ لگ گئے۔ اور انبیاءؑ کرام نے قلب کو اصل بنایا۔ اور جوارح کو اس کے تابع ہم قلب کی درستی کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں سخاوت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ قلب کی صلاحیت کے لئے ہے۔

جس قسم کا عمل ہوگا۔ قلب میں اسی قسم کی صلاحیت پائی جائے گی۔ اگر عمل صحیح

باقی صفحہ ۱۴ پر

حلقہ احباب صفحہ ۵ سے آگے

عرض کرتا ہوں کہ فی الواقع اگر عورت کو گھر کی چار دیواری کے حبسِ دوام میں بند کیا جائے۔ تو موجودہ دُنیا کے کاروبار میں فوراً ہی تعطّل پیدا ہو جائے اور ایک دن کے اندر اندر ہی تمام مفتیانِ دین عورت کی آزادی پر فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں گے

مسعود۔ عورتوں کی آزادی سے آخر کیا بگڑتا ہے؟

عبد الرشید۔ کل مجھے عین دوپہر کے وقت دھوپ میں سفر کرنا پڑا تھا۔ لہٰذا خیال تھا۔ کہ مَیں آج خوب آرام کرونگا۔ مگر سعید صاحب کے لایعنی فقرے مجھ کو کچھ نہ کچھ کہنے پر مجبور کرتے کرتے ہیں۔ سعید صاحب سُنئے۔ دُنیا میں ہر چیز ایک خاص پیدائشی فریضہ کی تکمیل کے لئے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُس چیز کی صلاحیتوں کا میدانِ عمل بھی اس کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اسی طرح مرد و عورت کے میدانِ عمل ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ اگرچہ عورت اور مرد کی زوجیّت ان کو ایک دوسرے کا مشیر و معاون تو بناتی ہے مگر ان کے افعال میں تقسیم کار کی فطری حائل شدہ دیوار کو کسی صورت میں بھی نہیں پھاندا جا سکتا ہے۔ آئیے اپنے گھروں میں مُرغ کُکڑوں کڑوں کو انڈے سینے پر بٹھا دیجئے۔ آئیے آبشاروں سے تقاضا کریں کہ وہ زمین پر نہ گریں۔ بلکہ کوہساروں کی چوٹیوں کی طرف اپنا بہاؤ پھیر لیں۔ گھوڑی سے بھینس یا گائے کا کام لینا کونسی دانشمندی ہے۔ غرض کہ آپ قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں میں تبدیلی پیدا کرنے میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے

جاوید۔ اچھا۔ آپ کے خیال میں عورت ان تمام صلاحیتوں سے پیدائشی طور پر محروم رکھی گئی ہے۔ جو مرد کے دل و دماغ میں ودیعت کی گئی ہیں۔

عبد الرشید۔ آپ میرے مطالب کے سمجھنے میں بلاوجہ اُلجھنیں پیدا کر رہے ہیں۔ ورنہ آپ سے یہ حقیقت مستور تو نہیں ہے۔ کہ مرد و زن کے قوائے جسمانیہ میں فطری طور پر فرق موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے میدانِ عمل بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ آپ دُور کی بحث میں نہ پڑیں۔ تربیّتِ اولاد کا مسئلہ ہی لے لیں۔ بچّوں کی تربیت کے لئے ماں سے بڑھ کر اور کوئی بھی بہتر نہیں ہو سکتا۔ اور تربیت صحیحہ کا کام اتنا مشکل کام ہے کہ ایک تندرست صحیح الفہم اور ہوشیار عورت کا دماغ چکرانے کے لئے دو تین بچّوں کی پرداخت کی ذمہ داری کافی ہے۔ ساری رات ننھّے نے کئی دفعہ جگایا اور دوسرے دونوں کی فکر میں خود اُٹھ اُٹھ کر ان کے لحاف ٹھیک کرتی رہی۔ نمازِ فجر سے پہلے نہانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جسم پر ننھے کے پیشاب کا اثر باقی ہے۔ کپڑے بھی بدلنے چاہئیں۔ نماز سے فارغ ہو کر پیشاب والے بسترے اور چارپائی کو صاف کرنا پڑتا ہے۔ اب دودھ بلوتے اور آٹا گوندھنے کی باری آئی۔ ہاتھ کام میں مشغول ہیں۔ اور دل میں فکر ہے کہ میاں صاحب کی روٹی میں دیر نہ ہو جائے۔ اتنے میں دونوں بچّے ایک ساتھ جاگ اُٹھے۔ اب بیچاری کی حرکات پر غور کرو۔ تو رُوح تک سہم جاتی ہے۔ آٹے والے ہاتھوں سے چھوٹے کو گود میں اُٹھانا۔ اور دوسرے کو پچکار کر ساتھ زمین پر بٹھلانا۔ پھر اسی حالت میں مکھّیوں۔ کوّوں اور کتّوں کا ہر لمحہ مقابلہ کرنا۔ ہر صبح شام کی ڈیوٹی رہے۔ اتنے میں میاں صاحب جلد جلد نہا دھو کر باہر سے گھر میں تشریف لاتے ہیں۔ اور روٹی کی فوری تیاری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اب بیچاری مسکرا کر نہایت خادمانہ انداز میں "بہت اچھا جی" کہہ کر آگ جلانے اور ضروری چیزیں اور برتن چولھے کے پاس رکھنے میں مشغول ہو جاتی ہے

سعید۔ آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے کام عورتوں کی بجائے مردوں کو کرنے چاہئیں؟

عبد الرشید۔ ہرگز نہیں۔ مَیں تو عورت کے شبانہ روز فرائض کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور سُنئے۔ بچّوں کو رُلا کر روٹی پک جاتی ہے۔ تو میاں صاحب کا تقاضا ہے کہ پلنگ پر بیٹھے بٹھائے کھائی جائے۔ لہٰذا اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اتنے میں ایک بچّے نے گوندھے ہوئے باقی آٹے میں راکھ کی مُٹھی ڈال دی اور کوّے نے دو تین دفعہ جھپٹ کر بچّہ کو رُلا دیا۔ افسوس ہے کہ میاں صاحب نے صبح سے فقط اپنا مُنہ دھونے کا ہی کام شاید پُورا کیا ہے۔ مگر یہ بیچاری ہانپتی پھرتی ہے۔ میاں صاحب روٹی کھا کر دفتر یا کارخانے کو سدھارے تو اب قدرے اس کی جان میں جان آئی۔ کھانا کھلا کر بچّوں کو کھلانے اور برتن صاف کرنے کی باری آ گئی۔ اور ساتھ ہی فکر ہے کہ بھینس کو جلدی دوہیا جائے۔ لہٰذا دُودھ کا سنبھالنا اور بستروں کے اُٹھانے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔

مسعود۔ مولوی صاحب جھاڑو دینے کی ڈیوٹی میاں صاحب پوری کرتے ہیں۔ یا آپ بیان کرنے سے بھُول گئے ہیں؟ (قہقہہ)

عبد الرشید۔ میں در اصل بھول ہی گیا ہوں (مُسکرا کر) آپ آگے چلئے۔ بچّوں کو نہلانا۔ ان کے کپڑے دھونا۔ باقی چیزوں کا جھاڑ پھونک کر مناسب جگہوں پر رکھنا۔ دوپہر کے کھانے کی تیاری تک یہی پروگرام ختم نہیں ہوتا۔ اور پھر اسی طرح دوپہر اور اس طرح شام کو کھانا پکانے اور بچّوں کی نگرانی کا کام درپیش ہے۔ ایک دماغ ہے اور اکیلی جان ہے۔ اس پر پڑوسیوں کے مشورے کہ فلاں چیز کو یوں رکھئے۔ فلاں برتن کو وہاں سجائیے۔ مَیں تو حیران ہوں کہ یہ بیچاری پانچ وقت کی نماز کے ساتھ بچّوں کی تربیت اور گھر کے کاروبار کی ہر وقت تکمیل اور دیکھ بھال سے کیسے عہدہ برا ہو سکتی ہے۔

جاوید۔ گھر میں کوئی عورت نوکر رکھی جا سکتی ہے۔ جو امور خانہ داری میں ہر طرح ہاتھ بٹائے۔

عبد الرشید۔ آپ کو یہ تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ دیہات اور شہر کے متوسط طبقہ کے گھروں میں نوکرانی رکھنے کی استطاعت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ۹۵ فیصد گھروں میں عورتوں کو خود ہی کام کاج کرنا پڑتا ہے۔ دیہات میں آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ عورتیں گوبر تک خود ہی اُٹھاتی ہیں۔ آئے دن مکانوں کی لپائی۔ کپاس کی چنائی۔ بیلائی۔ کتائی۔ الغرض خاکروب۔ باورچی۔ دھوبی۔ درزی اور ماما کا کام اکثر گھروں

میں صرف ایک عورت کو ہی کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور ثقافتی اجتماعوں میں معدودے چند عورتوں کی شمولیت کا حوالہ پیش کرکے تمام نسوانی دُنیا پر یہ قانون کیونکر لاگو کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہر عرصۂ حیات میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش قدم مارتی ہوئی نظر آئیں۔

سعید۔ بس آپ کا تو مطلب یہ ہے کہ عورت گھر کی چار دیواری کے اندر گھومتی رہے۔ اور دُنیا کے باقی تعمیری کاموں اور سیر و تفریح میں ہرگز شریک نہ ہو۔

عبدالرشید۔ میرا مطلب ہے۔ یا عورت کے پیدائشی فرائض کا اقتضا ہے کہ وہ گھر کی سلطنت کو بطریق احسن سرانجام دینے میں اپنا سارا وقت صرف کر دے؟ آپ اگر میرے بیان کو باتوں باتوں میں ٹالنے کی سعی نہ فرمائیں۔ تو میں جرأت سے کہوں گا۔ کہ جس گھر کی لڑکیوں نے کالج کی راہ لی اس کو زود یا بدیر اپنے مذہب۔ اخلاق۔ غیرت۔ دیانت اور خاندانی وقار کا ماتم کرنا پڑے گا بچوں کی تربیت خوشامدی نوکروں کے ہاتھوں میں ہوئی۔ تو عصمت و شرافت کا جنازہ نکل جائے گا۔ جہاں اسلاف مذہبی تعلیم سے آراستہ تھے۔ حُسنِ کردار سے مزیّن تھے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے تھے وہاں اخلاف پر مغربیّت کا بھوت سوار ہوگا۔ کالج سے سینما میں اور سینما میں گئے تو اوباشی کا پروگرام اس قدر ذہنوں میں مسلّط ہوگیا کہ ساری زندگی ذوقِ عبادت سے محروم ہوگئی۔ دوستو! یہ غیر مآل اندیشی ہے۔ یہ سارے معاشرے کی ہلاکت کے مترادف ہے۔ یہ انسانی فطرت کے صحیح تقاضوں کی تذلیل ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ عورت گھر میں بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تعلیم سے بہرہ ور نہ ہو اسلامی لٹریچر کا اپنی فرصت میں مطالعہ نہ کرے۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار مستنی معلمہ بن کر زندگی بسر نہ کرے۔ مگر یہ سب کچھ گھر کے اندر اندر ہی ہو۔ باہر کے امور کی تکمیل مردوں کے ہاتھوں سے ہو۔ تو بھلی لگتی ہے۔ تجارت۔ فلاحت۔ صنعت و حرفت ملازمت اور باقی جفاکشی اور بلاکشی کے کام مردوں کو ہی سجتے ہیں۔ جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ڈھینگا بھاجے۔

جاوید۔ مولوی صاحب۔ آپ کے ارشادات میں حقیقت ضرور موجود ہے۔ مگر موجودہ دَور نے مرد و زن کے لئے زندگی کی جونسی راہیں تجویز کی ہیں۔ ان کو اپنائے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں۔ اور سعید صاحب کا یہ کہنا۔ کہ عورت اب آپ کے روکے نہیں رُکتی بڑی حد تک ٹھیک ہے۔ طبیعت کو اس صداقت کے ماننے سے کوئی گریز نہیں ہے۔ کہ ہمارے معاشرے میں جہاں تک شہری فضا کا تعلق ہے۔ مغربیت کا اثر غالب آتا جاتا ہے۔ اور اس کے نتیجے کے طور پر اسلامی دستور سے لاپروائی برتی جا رہی ہے۔

مولوی عبدالرشید۔ ایسے موقع پر جب رسوماتِ بد کا غلبہ ہو لادینی کی ترویج روز افزوں بڑھتی جائے۔ قوم اپنے اسلاف کے حسنات کو فراموش کر دے۔ افرادِ قوم حرص و ہوا کے بندے نظر آئیں۔ تو داعیانِ حقیقت کا فرض ہے۔ کہ اصلاح و تجدید کے کام کو تیز سے تیز تر کر دیں۔ تاکہ ہر شخص پر اتمامِ حجّت ہوتی رہے۔ یہی وہ مواقع ہیں۔ جن کے متعلق کسی نیک سیرت شاعر کا مشورہ ہے ؎

نوا را تلخ ترمے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز ترمے خواں چو محمل را گراں بینی

(آج ایک شخص نے نمازِ ظہر کی اذان عیدگاہ میں پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام حلقۂ احباب کے افراد نماز میں شامل ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

مولوی عبدالرشید صاحب نے امامت کے فرائض ادا کئے۔ اور اس کے بعد سب لوگ اپنی اپنی چار پائیوں پر واپس آ گئے +

(بقیہ خطبہ صفحہ ۔ سے آگے)

ترجمہ۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

اللہ تعالےٰ تو قیامت کے دن مجرموں سے فرمائیں گے کہ تم ہی اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر دیکھو۔ تمہیں فیصلہ کرو کہ تمہارا کیا حشر ہونا چاہیئے۔ لیکن میں دُنیا میں ان سے کہوں گا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ ایک شخص مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرے اور کہے کہ قرآن اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ پھر قرآن مجید میں جو احکام ہیں ان کو توفیق ہونے کے باوجود بجا نہ لائے تو ایسے شخص سے مَیں کہوں گا۔ اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ مَیں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے کہتا ہوں۔ تم اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر دیکھو۔ مسلمان کہلانے کلمہ گو ہونے اور توفیق ہونے کے باوجود پھر بھی اگر تم اللہ تعالےٰ کے احکام کی پیروی نہ کرو۔ جو دل چاہے کرو۔ نہ اس کے اوامر کی پروا کرو اور نہ نواہی کی۔ نہ ان کاموں کو کرو جن کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور نہ ان سے باز آئیں جن کے کرنے سے روکتا ہے تو تم خود ہی فیصلہ کرو کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالےٰ کا کیا سلوک ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ ہم کو مقصدِ حیاتِ انسانی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مقصدِ حیات میں کامیابی کے لئے جو پروگرام اللہ تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ اس کو دل سے مانیں جس کا نام ہے ایمان اور اس کو عمل میں لائیں۔ جس کا نام ہے اسلام، اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے سب مسلمان بھائیوں کو دل میں ایمان نصیب فرمائے اور عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ تاکہ مومن بھی بنیں اور مسلم بھی۔ جب ہم مومن بھی سچے ہوں گے اور مسلم بھی سچّے ہونگے تو انشاء اللہ تعالےٰ اس کے فضل سے ہر مرد و زن کے لئے بہشت کا دروازہ کھل جائیگا۔

بقیہ اصلاحِ قلب صفحہ ۱۲ سے آگے

اور اچھا ہے۔ تو قلب کی صلاحیت بھی بہتر اگر عمل برا ہے۔ تو صلاحیت بھی خراب قلب کی صلاحیت اور سلامتی ایمان سے ہوتی ہے۔ اور ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے۔ تو قلب میں ایمان لایا جائے تاکہ اعضاء درست ہو جائیں۔ جیسے کہ جڑ کو پانی دیتے ہیں۔ تاکہ درخت ہرا رہے۔ ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے۔ اور عمل سے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے کہ درخت کے اوپر پانی ڈالیں۔ تو جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ قلب کے صالح کرنے سے قالب صالح ہو جائے گا۔ دعا کریں۔ تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے قلوب کو درست فرمائیں۔ اور نیکی کی راہ کی طرف ہم کو پھیریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

رحمتِ حق بہانہ مے جوید

(از جناب شمس الرحمٰن مردانی (فاضلِ دیوبند خطیب مسجد رحمانی پیپلز کالونی لائلپور)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء)

قسط نمبر ۲

حدیث ہذا سے کسی کو یہ شبہ لاحق نہ ہو کہ جب دُنیا میں آنے کے بعد شکمِ مادر میں نیک بختی اور بدبختی کی مہر لگ گئی ہے تو پھر نیک اعمال کی کیا ضرورت رہی۔ یہ ایک غیر اختیاری وسوسہ ہے۔ جو مردِ مومن کے پاک اور شفاف دل میں جگہ کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ آتا تو ہے لیکن آنے کے بعد فوراً عنقا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی خواہ مخواہ زبردستی سے اس قسم کے شبہات کو دل میں مقام دینے کی کوشش کرتا ہے اور شک وتردّد کے سمندر میں غوطے کھانا چاہتا ہے تو اُس کو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے شفاء ہونی چاہیئے۔ (ورنہ ایمان کی خیر منائیے)

حدیث مذکورہ کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اعمال حسنہ کی تو کوئی قدر نہ رہی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہی تو سعادت اور شقاوت کے قرائن خارجیہ ہیں۔ یعنی ایک نیک آدمی سعادت کی بنیاد پر تعمیر کرتا ہے۔ اور بدکردار شقاوت کی وادی میں سرگرداں اور پریشاں مارے مارے پھرتا ہے۔ یہ تو صرف ضمنی طور پر حدیث شریف کی مختصر سی تشریح کی گئی۔ ورنہ عرض تو میں یہ کر رہا تھا کہ رحمتِ حق بہانہ مے جوید۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے ارادے کچھ ہوتے ہیں اور رحمت کے تقاضے بالکل اُس سے مختلف ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک چور حضرت مالک بن دینار کے گھر میں داخل ہوا۔ وہ اُس میں پھر تو گیا۔ لیکن اس نے وہاں کوئی چیز نہ پائی۔ جب اُس نے وہاں سے نکل جانا چاہا تو حضرت مالک نے اس سے فرمایا۔ ارے۔ تو نے دُنیا چاہی اور وہ ہمارے ہاں سے تجھے میسّر نہ آئی۔ کیا تو آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے چور نے کہا۔ کیوں نہیں۔ پھر وہ حضرت مالکؒ کی طرف بڑھا اور آپ کے ہاتھوں پر توبہ کی۔ جب فجر ہوئی تو حضرت مالکؒ اُسے اپنے ساتھ مسجد کی طرف لے گئے۔ شاگردوں نے جب اپنے شیخ کے ساتھ ایک ناواقف آدمی دیکھا تو سب نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ایک چور ہے جو ہمارے شکار کے لئے آیا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو شکار کر لیا۔ پس وہ آدمی حضرت مالکؒ کی برکت سے بڑے اولیا میں سے ہو گیا۔ (ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ)

یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہی تھی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کی غرض سے تلوار نیام سے نکال کر نکلے۔ لیکن منزل پر پہنچ کر رحمت کے جال میں جا پھنسے اور گلستانِ محمدی کا ایک چہچہاتا ہُوا بلبل بن گئے اور شمعِ نبوت کے پروانوں میں شمار ہونے لگے۔ اس کے برعکس ابو جہل پر بھی ایک سرسری اور طائرانہ نظر دوڑائیے کہ آقائے دو جہاں کے چہرۂ انور سے دن میں کئی دفعہ ٹکراتا۔ لیکن تاثر کا مادہ ہی اُس سے ختم ہو چکا تھا۔ اور ایک ایسا سیاہ تودہ بن گیا تھا جس پر نبوّت کی کرنیں پڑتی تو تھیں۔ لیکن روشنی کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتا تھا ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاکِ مکّہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی است

اسی طرح جب آپؐ کا محبوب چچا (جس کی حیات کا لمحہ لمحہ نصرتِ محمدی کے لئے وقف تھا اور شب و روز بھتیجے کی محبت کے ساتھ مشرکینِ مکّہ کی ستم ظریفیوں کو دیکھ کر بے چین رہا اور اسی غم و فکر کے گھُن نے اس کو جسم کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا) مرنے کے قریب پہنچا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ سردارانِ قریش بھی اس وقت موجود تھے۔ آپؐ نے جاتے ہی اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اور کلمہ شہادت پڑھنے کو فرمایا۔ مگر ابو طالب نے اس پاک اور بے لوث دعوت کو رد کر کے کہا۔ کہ میں قریش کے مذہب پر قائم ہوں۔ اگر میں نے کلمہ پڑھ لیا تو تمام قریش طعنہ دیں گے کہ ابو طالب آگ سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بالکل آہستہ سے میرے کان میں پڑھ لیجئے۔ تاکہ میں روزِ قیامت آپؐ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ لیکن وہ کسی طرح بھی آمادہ نہ ہوئے۔ اور آپؐ پر اس وقت وحی آئی۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ)

(جس کو تم چاہو سیدھی راہ پر نہیں لا سکتے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہے گا راہِ راست پر لائے گا)

ابو طالب نے یہ نقشہ اشعار میں کھینچا ہے۔ دو شعر مشتے از خروارے ملاحظہ ہوں ؎

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

ترجمہ۔ میں جانتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین روئے زمین کے سارے ادیان سے اچھا اور بہتر ہے

لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مُسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِیْ سَمِحًا بِذَالِكَ مُبِیْنًا

ترجمہ۔ اگر ملامت اور عار کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس دین کو واضح طور پر پھیلا کر سخاوت کرنے والا تو مجھے دیکھتا۔

بہر حال ابو طالب حالتِ کفر میں دُنیا سے چل بسے۔ ابو طالب کی ہٹ دھرمی اور بے نظیر ثابت قدمی محض اس لئے تھی کہ ٹس سے مس نہیں ہُوا اور کفر کو لے کر آنکھوں سے غائب ہُوا۔ اسی لئے تو میں نے کہا تھا۔ کہ اللہ کی رحمت اور قہر کے فکر و نظر کی گاڑیوں پر سوار ہونے کے لئے ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ اگرچہ رحمت کا پلڑا اتنا بھاری ہے کہ جب یہ زمین کی سطح کو چھوتا ہے۔ تو دوسرا فضا میں گھومتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔ راوی اُس کے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ میری اُمّت میں سے ایک شخص کو ساری مخلوق کے سامنے علیحدہ کر دے گا۔ اور اُس کے سامنے ننانوے (99) دفتر کھول دیئے جائیں گے۔ جس میں ہر دفتر کی لمبائی تاحدِ نظر ہوگی۔ (یہ اس کے اعمال نامے ہونگے) پھر

اُس سے فرمایا جائے گا۔ کہ جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اُس میں سے کسی کا تجھے انکار تو نہیں۔ کیا تیرے اعمال کی نگرانی کرنے والے اور لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے۔ وہ عرض کرے گا نہیں پروردگار۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے۔ وہ عرض کرے گا خداوندا میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس شخص سے فرمائے گا۔ ہاں ہمارے پاس تیری ایک خاص نیکی بھی ہے۔ اور آج کے دن تیرے ساتھ کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ یہ فرماکر کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا۔ جس پر لکھا ہوگا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

وہ عرض کرے گا اے میرے رب ان دفتروں کے سامنے اس پرزہ کی کیا حقیقت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا نہیں تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا) کہ اس کے بعد وہ ننانوے دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائینگے اور کاغذ کا پرزہ دوسرے میں رکھا جائیگا پس وہ دفتر ہلکے ثابت ہوں گے۔ اور وہ پرزہ بھاری رہے گا۔ اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوسکتی۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

ایسے وقت میں جب اس قسم کی حدیثیں نظر سے گزرتی ہیں (آیت ولا تقنطوا من رحمۃ اللہ) کانوں میں گونج اٹھتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کی حضرت انسان پر اتنی رحمتیں برستی ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں کائنات کا ذرّہ ذرّہ انسان کے فائدے کے لئے کتم عدم سے وجود میں آیا ہے۔ آفتاب کی شعاعیں، ماہتاب کی دلفریب روشنی، تاروں کا حسین اور بے نظیر منظر زمین کا فرش آسمان کی چھت الغرض ہر چیز اسے خدا کی رحمت کا درس دیتی ہے۔

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

خلاصہ یہ ہے کہ اگر رحمت حق کے لامتناہی باب کو حقیقت شناس نگاہوں سے دیکھا جائے تو لازمی طور پر یہ ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ کی یہ صفت اتنی وسیع اور عام ہے کہ ناسوت اور ملکوت یعنی ملاء اعلیٰ اور سفلی کا کوئی متنفس اس سے محروم نہیں رہا۔ البتہ آخرت میں اس وصف کا تعلق صرف اُن فرمانبرداروں سے ہوگا۔ جنھوں نے رضاء الٰہی کے لئے خواہشات نفسانی کو ٹھوکر لگا کر بارگاہِ خداوندی میں گردنیں جھکا کر سرِ تسلیم خم کیا ہو۔ اور روز محشر میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مومن ابرِ رحمت سے لطف اندوز ہوکر استفادے کا موقعہ پائے گا۔ اور آخرکار جہنم کی ہولناک سزاؤں سے نجات پاکر آغوش رحمت میں پناہ لے گا۔ اور پھر خٰلدین فیہا کی آواز سے اس کی خوشیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔

روز قیامت میں جب فرشتے انبیاء اور مومنین سفارش کر لیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوگا (شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّآ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ط فَيَقْبِضُ قَبْضَةً فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ)

فرشتوں کی بھی سفارش ہوچکی نبیوں کی بھی ہوچکی اور مومنین کی بھی ہوچکی اور اُن کی سفارشیں قبول بھی کی جاچکیں اور اب بس ارحم الراحمین کی باری رہ گئی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اپنے مغفرت اور رحمت کے ہاتھ سے ایسے لوگوں کو بھی دوزخ سے نکال لے گا جنھوں نے کبھی کوئی نیک عمل کیا ہی نہ ہوگا۔ اسی حدیث میں ان لوگوں کے متعلق یہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے آزاد کئے ہوئے ہوں گے اللہ تعالےٰ اُن کو جنت میں داخل کرے گا بغیر کسی عمل کے جو اُنھوں نے کیا ہو اور بغیر کسی خیر کے جو اُنھوں نے کیا ہو یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس بہت ہی ضعیف اور نہایت خفی ایمان ہوگا۔ اس کے سوا ان کے نامہ اعمال میں دوسرا کوئی کارِ خیر نہیں ہوگا۔ اور اُن کی تمام پونجی اور کل سرمایہ صرف یہی ہوگا۔ مگر ارحم الراحمین اپنی رحمت سے اُن کو جنّت میں داخل کردے گا۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث کے ایک حصے میں آتا ہے کہ ایک آدمی جہنّم سے نکل کر جنّت اور جہنّم کے درمیان رہ جائے گا۔ جو دوزخیوں میں سے جنّت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا۔ اُس شخص کا مُنہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ اور وہ عرض کرے گا۔ کہ اے پروردگار میرا مُنہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ دوزخ کی بو نے مجھے سخت اذیّت دی ہے۔ اور شعلوں کی تیزی اور گرمی نے مجھ کو جلا ڈالا ہے۔ خداوند تعالےٰ فرمائے گا۔ اگر میں ایسا کروں (یعنی تیرا مُنہ دوزخ کی طرف سے پھیر دوں) تو تجھے اندیشہ ہے تو اور کچھ مانگے گا۔ وہ کہیگا پروردگار۔ تیری عزّت کی قسم میں پھر اور کچھ نہیں چاہوں گا۔ اس کے بعد خداوند تعالےٰ جو عہد و پیمان اُس سے لینا چاہے گا لے گا۔ اور اُس کا مُنہ دوزخ کی جانب سے پھیر دے گا۔ جب وہ جنّت کی طرف دیکھے گا اور اُس کی تر و تازگی پر نظر ڈالے گا۔ تو جب تک خدا چاہے گا خاموش رہے گا اور پھر کہے گا۔ اے پروردگار تو مجھ کو جنّت کے قریب پہنچا دے۔ خداوند تعالےٰ فرمائیگا کیا تُو نے اس کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو پھر سوال نہ کرے گا۔ وہ کہے گا اے پروردگار تو مجھ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا۔ خداوند تعالےٰ فرمائے گا۔ اُمید ہے کہ اگر تیری اس خواہش کو پُورا کر دیا جائے تو پھر تو اور کوئی سوال نہ کرے گا۔ وہ کہے گا تیری عزّت کی قسم۔ میں پھر کوئی سوال نہ کروں گا۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ اس سے جو عہد و پیمان لینا چاہے گا لے گا۔ اور اُس کو جنّت کے دروازے کے پاس پہنچا دے گا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ جنّت کی تر و تازگی اور سامان کو دیکھیگا اور اُس وقت تک جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا خاموش رہے گا۔ اور پھر عرض کرے گا۔ اے پروردگار تو مجھ کو جنّت میں داخل کر دے۔ خداوند تعالےٰ فرمائے گا آدم کے بیٹے تجھ پر افسوس ہے۔ تو کس قدر عہد شکن اور بیوفا ہے۔ کیا تو نے اس قسم کے عہد و پیمان نہیں کئے تھے۔ کہ تو اور کوئی سوال نہ کرے گا۔ اور جو کچھ میں نے تیری خواہش کے مطابق دیا ہے اس پر قناعت کرے گا وہ کہے گا اے پروردگار تو مجھ کو اپنی مخلوق میں بدترین شخص نہ بنا۔ غرض وہ ہمیشہ خدا سے مانگتا رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا کو راضی کر لیگا اور جب خدا راضی ہو جائے گا تو اس کو جنّت میں داخل ہونے کی اجازت دیدیگا۔ تو پھر خداوند بزرگ و برتر اُس سے فرمائیگا تیرے دل میں مزید جو آرزو اور خواہش ہو اس کو ظاہر کر۔ وہ اپنی آرزوئیں ظاہر کریگا۔ یہاں تک کہ جب اُس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ فلاں فلاں چیز کی خواہش ظاہر کر۔ یعنی

باقی صفحہ ۱۸ پر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عظمتِ قرآن بزبانِ قرآن

(از محترمہ آصفہ پروین صاحبہ ملتان چھاؤنی)

(وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ۝) سورہ الحجر رکوع ۶ پارہ ۱۴

ترجمہ - اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) دُہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظمت والا دیا -

لفظ قرآن کا مطلب : - قرآن پڑھنے کی چیز - وہ پاک کتاب جسے اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل فرمایا - آیاتِ قرآنی بارہا عظمتِ قرآن کی عکاسی کرتی ہیں - قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اُس کی عظمت کا ایک بہت بڑا نشان ہے - سورہ شعراٗ رکوع ۱۱ پارہ ۱۹ میں فرمایا - (بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ۝)

ترجمہ - صاف عربی زبان میں -

اہلِ عرب کو اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت پر بہت زیادہ ناز تھا - اور اسی لئے وہ دوسرے لوگوں کو عجمی پکارا کرتے تھے - مگر قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کے سامنے وہ خود عجمی بن کر رہ گئے - یہاں پر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی عربیت اور حسنِ کلام کو ظاہر کیا ہے - سورہ یٰسٓ اور اخیر میں فرمایا "قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ" قرآن کا اسلوب عجیب و غریب ہے - جو اہلِ عرب کے طرزِ بیان سے انوکھا اور جُدا ہے - قرآنِ پاک کی فصاحت و بلاغت کلامِ عرب سے کہیں بالاتر ہے - جب قریش نے سُنا تو انگشت بدندان رہ گئے - جب ابو جہل نے سُنا تو کہنے لگا - "یہ تو شاعری ہے" ولید نے جواب دیا - "کیا ہم نے شعر نہیں سُنے ؟ کجا شعر اور کجا یہ کلام" اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ عربوں کی شاعری قرآنِ مجید کے سامنے ہیچ تھی - عتبہ نے سن کر کہا - کہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے - جس کو میرے کانوں نے اس سے قبل نہیں سُنا تھا -"

قرآن مجید میں پیشینگوئیاں اور اظہارِ غیب ہے - جو تخیّلِ انسانی سے کہیں بالاتر ہے - اللہ تعالےٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید ہمیشہ قائم رہیگا اور کوئی اس میں تحریف نہ کر سکے گا - اور فرمایا - "وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝" سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴ ترجمہ - (اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) غیب کا علم سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو نہیں - وہ جس کو چاہتا ہے علمِ غیب میں سے جتنا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنے غزوات اور جنگیں ہوئیں - اُن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے پیشینگوئیاں اُن حالات میں کیں کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا - فتح مکّہ کی پیشینگوئی مسلمانوں کے لئے ہر قدم پر تسکین کا پیغام لائی - حدیبیہ سے واپسی پر سورہ فتح نازل ہوئی - اور پھر مسلمانوں نے ناسازگار حالات میں مکّہ فتح کر لیا -

آج تک کوئی قرآن پاک کا جواب پیدا نہ کر سکا - اللہ تعالےٰ نے اعلانِ عام کیا ہے - کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے اور پھر خود ہی فرمایا کہ دُنیا اس کا جواب پیش کرنے سے ہمیشہ عاجز رہیگی - اللہ تعالےٰ نے سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵ میں فرمایا -

"قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ"

ترجمہ - اے پیغمبر کہدیجئے - اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے - اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو -"

جب کفار اور مشرکین آپ کو نعوذ باللہ جادوگر کہتے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا - اُن سے کہہ دیجئے - ایسا قرآن بنا لائیں - مگر ساتھ ہی فرمایا - وہ ایسا کرنے سے قاصر اور درماندہ رہیں گے - پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کامل کی بجائے "سورہ ہود" میں ۱۰ سورتوں کا جواب طلب کیا - اور پھر سورہ بقرہ اور یونس میں ایک سورت کا جواب طلب کیا - اور آخر سورہ طور میں ارشاد فرمایا کہ اس جیسی ایک بات ہی لے آؤ -

(اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَہٗ ۚ بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِہٖۤ اِنۡ کَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ ۝)

سورہ الطور رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ - یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود بنا لیا ہے - بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے - پس کوئی کلام اس جیسا لے آئیں اگر وہ سچے ہیں -

سورہ قدر میں ارشاد ہوتا ہے - اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ اور پھر فرمایا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ۝

اب دیکھیئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا - قدر کی رات ہزاروں راتوں سے بہتر ہے - اور اس رات کو یہ فضیلت صرف قرآن مجید - کے نازل ہونے پر ملی - کیونکہ قرآن پاک اس مبارک رات میں نازل ہوا - اب قرآن مجید کی عظمت تو خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ سے عیاں ہے - اللہ نے حٰمٓ السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۵ میں فرمایا - وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ

ترجمہ - تحقیق البتہ وہ عزت والی کتاب ہے -

اور پھر ربِ العظیم نے فرمایا - اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ

سورہ النساء رکوع ۱۶ پارہ ۵

ترجمہ - بے شک ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اُتاری ہے -

قرآن مجید سچّی کتاب ہے اور تورات اور انجیل ہر دو کی تصدیق کرتی ہے - غیرملکی مؤرّخین اور مصنّفین بھی اس کی تائید کرتے ہیں - دنیائے مغرب کے مشہور انگریز نقاد مسٹر برنارڈ شا لکھتے ہیں - "اگر یورپ کی عنانِ حکومت صاحب قرآن (محمدؐ) ایسی شخصیت کو دے دی جائے تو ہماری ساری مصیبتیں دُور ہو جائیں -

قرآن مجید کی عظمت اس سے بھی نمایاں ہے کہ کہیں وہ یہ نہیں کہتا کہ اس نعمت کو کالے یا گورے، عربی یا عجمی ترکی یا تاتاری کے لئے مخصوص کیا ہے بلکہ ان کو بھی تمام دنیا کے دلوں کی تاریکیوں کو دُور کرنے پر مقرر فرمایا - اس کو نازل فرمانے والے کی ہستی ہی باعظمت اور لاثانی ہے تو اُس کا کلام کیوں نہ باعظمت ہو گا -

کسی مذہب میں یہ پیشینگوئی نہیں کی گئی

تھی - کہ اُن کے دین کو مکمل کر دیا - یہ شرف مذہب اسلام کو بذریعہ قرآن، (المائدہ رکوع ۱ پارہ ۶) حاصل ہُوا دُنیا کے اجتماعی نظاموں کے مقابلے میں قرآن نے ایک نظام پیش کیا - اور اور اس دعوے کے ساتھ کہ یہ نظام باقی تمام نظاموں پر فضیلت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید دل کی بیماریوں کے لئے شفا ہے - اور تاریک دلوں کو منوّر کرتا ہے۔

(یَآ اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۵)

سورہ یونس رکوع ۶ پارہ ۱۱

ترجمہ - اے لوگو! تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے -

قرآن مجید ہر بیماری کی دوا ہے - خواہ جسمانی ہے یا روحانی -

(ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ)

سورہ الجاثیہ رکوع ۲ پارہ ۲۵

ترجمہ - یہ قرآن لوگوں کے لئے بصیرت ہے،

(ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۵) سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴

ترجمہ - یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے -

مندرجہ بالا آیات سے عیاں ہے کہ قرآن مجید سرتا پا ہدایت ہے - اس میں علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے چشمے ہیں - اصولِ قانون - مبادیِ اخلاق اور محاسنِ علم و عمل کی تعلیم اس کی ہر ایک آیت سے ملتی ہے - قرآن مجید کے فوائد اور برکات بہت زیادہ ہیں - یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات پر مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے - اگر ایسی تمام آیات کو مدِّ نظر رکھا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک نے اپنی عظمت کا اعلان کیا ہے - قرآن مجید کو جب کفار سُنتے تو بہت زیادہ متاثر ہوتے اور کہتے۔ جب محمدؐ قرآن مجید پڑھا کریں تو شور کیا کرو - قرآن مجید رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے - اور تعلیم و تدریس کا بہترین معلم ہے قرآن مجید میں نصیحتیں ہیں

(وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ

سورہ صٓ رکوع ۱ پارہ ۲۳

ترجمہ - قرآن کی قسم ہے جو سراسر نصیحت ہے)

قرآن مجید آسان ہے - اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ چھوٹے بچّے بھی اس کو جلد ہی ازبر کر لیتے ہیں -

(وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ)

سورہ یوسف رکوع ۱۲ پارہ ۱۳

ترجمہ -- اور ہر چیز کا بیان ہے -

(بقیہ ملکی معیشت صفحہ ۳ سے آگے)

بے جا تصرف ہوتا ہے بلکہ بد اخلاقی، کم ہمّتی اور بے حمیتی بھی آتی ہے - اعلیٰ طبقہ کی مستورات نے ناجائز اخراجات سے کپڑا کی سلائی کو ایک مسئلہ بنا دیا ہے۔ چونکہ یہ طبقہ روپیہ کے بے پناہ سیلاب کی بدولت کپڑا فروش - درزی دھوبی اور رنگساز کو مُنہ مانگی قیمت دے سکتا ہے - اس لئے مذکورہ پیشہ ور نچلے طبقہ کو مُنہ تک نہیں لگاتے - غریب آدمی کی کیا مجال ہے کہ درزی سے آنکھیں چار کرسکے - ڈرائی کلین کے نام پر کپڑے صاف کرنے کے وہ نرخ مقرر ہو چکے ہیں کہ عوام لانڈریوں پہ جانے کی جُرائت نہیں کرتے

پھر عربی مقولہ " الناس علیٰ دین ملوکہم" بھی کچھ معنی رکھتا ہے - نچلہ طبقہ اعلیٰ طبقہ کی تقلید میں (الّا ماشاء اللہ) رات دن کوشاں ہے کم از کم لباس میں (رہائش و سواری نہ سہی) تو نچلہ طبقہ چاہتا ہے کہ جس طرح سادگی کے نام سے اعلےٰ طبقہ ناواقف ہے - اسی طرح ہم بھی سادگی پر نفرت کریں - سر کی ٹوپی سے لیکر پاؤں کی جوتی تک اعلیٰ طبقہ کا عکس لیا جاتا ہے - اگر بگڑی ہُوئی ساخت کی جوتی کا فیشن چل نکلا - یا بالوں کی تراش کا اُلٹا سیدھا رواج شروع ہو گیا تو بغیر سوچے سمجھے ضرور تقلید ہوگی - اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ اپنا مقلد بنانے کے لئے نچلہ طبقہ کو مجبور نہیں کرتے یا وعظ اور ترغیب نہیں دیتے بلکہ یہ ایک نفسیاتی کمزوری ہے - جس کا تریاق یہی ہے کہ اعلیٰ طبقہ خود سادگی اختیار کرے، تو نچلہ طبقہ سادگی سے نفرت نہیں کرے گا بلکہ فخر محسوس کرے گا - مثال کے طور پہ ہماری ہمسایہ قوم ہندوؤں کو لیجئے - گو وہاں من حیث القوم سادگی نہیں ہے - لیکن چونکہ کھدّر پوشی اعلیٰ طبقہ میں پائی جاتی ہے - لہٰذا نچلا طبقہ بھی کھدر بخوشی پہنتا ہے - اعلیٰ طبقہ کی یہ محدود سی کوشش خدا جانے کتنی قومی دولت کی حفاظت کرتی ہے - اور نچلہ طبقہ میں کتنی سادگی پیدا کرتی ہے - اگر ہمارا اعلیٰ طبقہ بھی ذرا اس طرف توجہ دے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری نیم جان قومی معیشت میں پھر زندگی کے آثار پیدا ہو جائیں۔

ہمارا دین انہی باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور یہ باتیں نئی نہیں ہیں - صرف ان پہ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

حال ہی میں ہم نے حالات کو سے لئے ایک جھرجھری لی ہے - اور اپنی قبیح اور مضر توم عادات کو محسوس کیا ہے حکومت کے ذریعہ بھی اچھی عادات ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے - اعلیٰ طبقہ بالخصوص متاثر ہُوا ہے - اور اسے پہلی بار اپنی بُرائیوں کا احساس ہُوا ہے - اگر ہم سادگی کو بھی اپنا شعار بنا لیں اور کم از کم دس سال کے بعد نتیجہ پر غور کریں گے تو پھر موجودہ لیل و نہار نہ ہوں گے - دوسری اقوام ہماری ستائش میں رطب اللسان ہونگی - اور ہمارے بھی دن پھر چکے ہونگے -

---

بقیہ رحمتِ حق بہانہ مے جوید صفحہ ۱۶ سے آگے

خداوند تعالےٰ اُس کو یاد دلاتا جائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ یہاں تک کہ اُن کا بھی خاتمہ ہو جائے گا - تو خداوند قدوس فرمائے گا یہ سب چیزیں اور ان کے ساتھ اتنی اور عطا کی جاتی ہیں - بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ تیری یہ آرزوئیں پوری کی جاتی ہیں - اور ان کے ساتھ دس گنا اور دیا جاتا ہے (بخاری و مسلم)

ایک اہل اللہ نے یہ حدیث سُن کر فرمایا - خدا کرے کہ یہ شخص مَیں ہوں - ان کی یہ تمنّا بالکل بجا ہے - بشرطیکہ اگر اس کو عاشق کی نگاہوں سے دیکھا جائے - کیونکہ اس میں محبوب سے ہمکلامی کا وہ شرف ملتا ہے - جس کے لئے ایک عاشق ترستا ہے - اور ایک لمحۂ ہم کلامی پہ فراق اور ہجران کے ہزاروں سالوں کو بلادریغ قربان کرتا ہے - خدا کرے کہ ہم بھی عشقِ الٰہی کے سبق کو پڑھ کر سمجھیں اور عشاقِ ربانی میں ہمارے بھی نام موجود ہوں

جز سبقِ عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے!

بچوں کا صفحہ

پڑوسی کے حقوق

(از جناب حاجی کمال دین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

پیارے بچو! آج ہم تمہیں پڑوسی کے حقوق کے بارے میں کچھ باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تنگ کرتے اور ستاتے رہتے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ چند ایک روایات عرض کرتا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے پڑوسی کی عزّت کیا کرو اس کے ساتھ نیکی اور احسان کا سلوک کیا کرو۔ جس چیز کا وہ محتاج ہو۔ وہ پوری کر دیا کرو۔ اور اُس کے ساتھ بُرائی سے پیش نہ آیا کرو۔

دوسری جگہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ تجھ سے مدد چاہے اس کی مدد کر۔ اگر قرض مانگے تو اُس کو قرض دے۔ اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر۔ اگر بیمار ہو تو عیادت کر۔ اگر مر جائے تو اُس کے جنازے کے ساتھ جا۔ اگر اُس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دے۔ اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کر۔ بغیر اس کی اجازت کے اس کے مکان کے پاس اپنا مکان اُونچا نہ کر جس سے اس کی ہوا رُک جائے۔ اگر تو کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی دے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو ایسی طرح پوشیدہ گھر میں لا کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تیری اولاد باہر لے کر نہ نکلے۔ تاکہ پڑوسی کے بچے اس کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور اپنے گھر کے دُھوئیں سے اُس کو تکلیف نہ پہنچا مگر اس صورت میں کہ جو پکائے اس کو بھی حصّہ بھیجے۔

ایک حدیث میں حضورؐ نے (تین مرتبہ ارشاد فرمایا) خدا کی قسم مومن نہیں ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں اور (بدیوں) سے مامون نہ ہو۔

دوسری جگہ فرمایا۔ کہ جنّت میں وہ شخص داخل نہ ہو گا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے مامون نہ ہو۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں حضرات حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ مجھے پڑوسی کے بارے میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے ان کی تاکیدوں سے یہ گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے۔

حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کہاں تک ہے۔ فرمایا کہ چالیس مکان آگے کی جانب اور چالیس پیچھے کی طرف۔ چالیس دائیں اور چالیس بائیں طرف۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا گیا کہ دُور کے پڑوسی سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ پاس کے پڑوسی سے ابتدا کی جائے۔

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں کس سے ابتدا کروں۔ فرمایا جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب ہو۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پاس کا پڑوسی وہ ہے۔ جس سے قرابت ہو اور دُور کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت نہ ہو۔

نوف شامی سے نقل کیا گیا کہ پاس کا پڑوسی مسلمان پڑوسی ہے اور دُور کا پڑوسی یہود و نصاریٰ (یعنی غیر مسلم)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جس کے تین حق ہوں۔ پڑوس[1] کا حق۔ رشتہ دار[2] کا حق اور اسلام[3] کا حق۔ دُوسری قسم وہ ہے جس کے دو حق ہیں۔ پڑوس[1] کا حق اور اسلام[2] کا حق۔ تیسری قسم وہ ہے جس کا ایک ہی حق ہو وہ غیر مسلم پڑوسی ہے۔ گویا پڑوس کے تین درجے ترتیب وار ہو گئے۔ اور محض پڑوسی ہونے کی وجہ سے مشرک کا حق بھی مسلمان پر قائم فرمایا ہے۔

حضورؐ کی خدمت میں ایک عورت کا حال بیان کیا گیا کہ وہ روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے۔ تہجد بھی پڑھتی ہے۔ لیکن اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جہنّم میں داخل ہو گی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پڑوس کا حق صرف یہی نہیں کہ اُس کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ یہ ہے کہ اُس کی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔

حضرت ابن المقفع اپنے پڑوسی کی دیوار کے سائے میں اکثر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ان کو معلوم ہُوا کہ ان کے ذمہ کچھ قرض ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اپنا گھر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ فرمانے لگے کہ ہم اُس کے گھر کے سائے میں ہمیشہ بیٹھے مگر اُس کے سایہ کا حق ہم سے کچھ ادا نہ ہُوا۔ یہ کہہ کر اُس کے گھر کی قیمت اس کو نذر کر دی۔ اور فرمایا کہ تمہیں قیمت وصول ہو گئی اب اس کو فروخت کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب اس کی کھال نکال چکو تو سب سے پہلے اس کے گوشت میں سے میرے یہودی پڑوسی کو دینا۔ کئی مرتبہ یہی فرمایا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی مرتبہ اس کو فرمائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ وُہ فرماتے تھے کہ مجھے جبرئیلؑ بار بار پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے رہے (اس لئے بار بار مَیں بھی کہہ رہا ہوں)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مکارم اخلاق دس چیزیں ہیں۔ بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہو جاتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں۔ غلام میں ہو جاتی ہیں۔ آقا میں نہیں ہوتیں۔ حق تعالےٰ کی عطا ہے جس کو چاہے عطا کرے۔

(۱) سچ بولنا۔
(۲) لوگوں کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرنا۔ (دھوکہ نہ دینا)
(۳) سائل کو عطا کرنا۔
(۴) احسان کا بدلہ دینا۔
(۵) صلہ رحمی کرنا۔
(۶) امانت کی حفاظت کرنا۔
(۷) پڑوس کا حق ادا کرنا۔
(۸) ساتھی کا حق ادا کرنا۔
(۹) مہمان کا حق ادا کرنا۔
(۱۰) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے۔

مسلمان در گور، مسلمانی در کتاب
P

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوھان

شرح چندہ
سالانہ بارہ روپے ششماہی سات روپے
سہ ماہی تین روپے آٹھ آنے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل
(مغربی پاکستان)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

مکتوب تشکر

ازجناب سید المتکلمین، عمدۃ العارفین، زبدۃ الصالحین محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب دام مجدھم مہتمم اعلیٰ دار العلوم دیوبند شریف ....

بنام احقر الانام ننگ آستانہ مدنی خدابخش ملتانی بسلسلۂ شکریہ پاکستانی حضرات معاونین دار العلوم دیوبند شریف

کیونکہ رقوم عطیات وزکوٰۃ کی پختہ رسیدیں دفتر دار العلوم دیوبند سے بچند وجوہات دیر سے جاری ہوتی ہیں۔ اور حسن اتفاق سے حضرت موصوف پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ تو رقم اور حالات پیش خدمت کرنے پر مجموعی صورت میں شکریہ نامہ ہذا اپنا دستخطی عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمایا گیا۔ جو درج ذیل ہے........

مکتوب گرامی

محترمی مکرمی حضرۃ مولانا خدابخش صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کی معرفت برادران پاکستان نے جو مبلغ پانچہزار روپیہ 5000/ روپیہ دار العلوم دیوبند کے لئے عطا فرمایا ہے۔ اس سے بے حد مسرت ہوئی ــــ اور معطیان چندہ کے بارہ میں دل سے دعا نکلی۔ حق تعالیٰ ان سب معاونین کرام کے اموال واولاد میں برکت وترقی عطا فرماوے۔ اور ان کی قوت ایمانی میں روزافزوں اضافہ ہو ــــ آمین۔ بندہ کی طرف سے جناب بھی ان حضرات کا شکریہ ادا فرماویں۔ احقر جناب کا بھی بیحد ممنون ہے کہ مخلصانہ ایثار کے ساتھ جناب دار العلوم دیوبند کی خدمت فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ جناب کو ہم سب خدام دار العلوم کی طرف سے جزاء خیر عطا فرماویں۔ آمین امید ہے کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔ والسلام (دستخط حضرت مہتمم صاحب محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند وارد حال ملتان ۳ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ ہجری)

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا۔ اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ سے شائع ہوا